الم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبهم لذکر الله

کیا ایمان والوں کے لیے اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کے ذکر قرآن کی طرف جھک پڑیں

ترجمان القرآن

مرتبہ و شائع کردہ
ابو محمد مصلح کان اللہ له
حیدرآباد دکن

فی پرچہ ۲۵ آنے

سالانہ پانچ روپے

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۲۰

جلد ۱ | نمبر ۵

ترجمان القرآن ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ

خـــالی صفحـــه

عالمگیر تحریکِ قرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صرف قرآن ہی دنیا کے اندر صحیح انقلاب پیدا کر سکتا ہے

ترجمان القرآن کے پچھلے نمبروں میں انقلاب کی ضرورت پر مقالات سپرد قلم کئے جا چکے آج کی صحبت میں بتانا ہے کہ دنیا کے اندر انقلابات ہوتے رہے ہیں اور آج بھی آئرلینڈ مصر اور ہندوستان وغیرہ اپنی اپنی جگہ پر انقلاب کے نعرے بلند کر رہے ہیں لیکن قرآن مقدس جس انقلاب کا حامی اور اس کے ہر صفحات جس انقلاب کی دعوت دے رہے ہیں صرف وہی صحیح انقلاب ہے اسی سے حق اللہ و حق العباد کی حفاظت ہو سکتی ہے اسی سے امن عالم قائم رہ سکتا ہے اور حقیقت انسانیت کے شایان شان بھی صرف قرآنی انقلاب ہے۔

قرآنی انقلاب تنگ خیالی اور محدود دائرہ یعنی قوم و ملک اور رنگ و زبان وغیرہ کی قابل تفریق تخصیص و تفریق سے بہت بلند و پاک ہے۔ وہ سب کو ایک رنگ میں رنگتا ہے یہاں تک کہ خیال میں بھی یگانگت پیدا کر دیتا ہے

قرآنی انقلاب دماغی اور ذہنی اور روحانی انقلاب ہے وہ بے اعتباری بے اطمینانی خونریزی و ظاہر و باطن طور پر ایک دوسرے کے حقوق کی پامالی کی بیخ کنی کرتا ہے اس لئے وہی عالمگیر بھی ہو سکتا ہے اور پائیدار و قابل قبول بھی۔ قرآنی جو انقلاب پیدا کرتا ہے اس کے اندر حقیقی اطمینان حقیقی امن و حقیقی نظم نہاں ہے اس کے علاوہ وہ قرآنی انقلاب کے اندر صرف دنیا اور دنیا کی مسرتیں ہی نہیں پنہاں ہیں بلکہ ایک دائمی زندگی کی دائمی مسرتیں بھی جن کا کبھی خاتمہ نہیں

اور پھر جن دو ایک ملکوں کا انقلاب کے سلسلہ میں نام لیا گیا ان کی غایت و غرض پر نگاہ کرنے کی ضرورت ہے اور یہ معلوم کرنے کی حاجت ہے کہ انسانوں کے جذبات اور ان کی طلب کس قدر سطحی اور معمولی ہے اور قرآن جن جذبات کے تحت انقلاب کی طلب پیدا کرتا ہے وہ کس درجہ ارفع و اعلیٰ ہے گویا ایک طرف زمین کی پستی ہے تو دوسری طرف آسمان کی بلندی۔

ملکوں اور سلطنتوں کے ذکر کے بعد اشخاص کی شخصیتوں کو بھی بے نقاب کیا جا سکتا ہے اور بڑے سے بڑے انقلابی اور کامیاب سے کامیاب بادشاہوں اور ڈکٹیٹروں کی زندگی کا ایک ایک ورق بھی الٹا جا سکتا ہے اور معلوم کیا جا سکتا ہے کہ آخر انسانی تگ و دو اور جد و جہد کا مآل کار کیا ہے! اور کہ ریت پر عالیشان قلعے

تعمیر کرنے کا آگے چل کر کیا انجام ہوتا ہے۔

ممکن ہے کہ کوئی شخص اس سلسلے میں گاندھی جی کا نام لے اور اپنی فریب خوردگی کا اظہار یوں کرے کہ اس مشہور شخص کی لڑائی تو کم سے کم ضرور روحانی ہے لیکن اس کو معلوم نہیں کہ یہاں ایک اور دوسری بڑی غلطی کارفرما ہے یعنی آئرلینڈ مصر وغیرہ تو وطن پرستی کا صاف صاف اظہار کر رہے ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں اس بے معنی لفظ کو معنے کا جامہ پہنا کر مگر دنیا گاندھی ازم کو روحانی چیز سمجھ کر روحانی لڑائی صرف آسمانی دستور العمل کو سامنے رکھکر لڑی جا سکتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ گاندھی جی کسی مذہبی کتاب کے مطابق پروگرام نہیں پیش کر رہے ہیں۔ اور یہی سبب ہے کہ وہ قدم قدم پر لغزش کا شکار ہوتے ہیں اور اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں۔

کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کے اندر بعض ایسی تحریکات اور ایسے ادارے بھی ہیں جو قومیت اور وطنیت کے محدود دائرے سے باہر ہیں اور جن کا ادعا عالمگیریت لئے ہوئے ہے لیکن ان کے اندر بھی وہی خودساختہ تجاویز اور انسانی غور و فکر کا نتیجہ اصل شے ہے اور میں بار بار کہہ رہا ہوں کہ اس کی بے بضاعتی سے کسی کو انکار کی مجال نہیں یقیناً فانی انسان کے دماغ کی یہ پیداوار بھی خدائے ذوالجلال کی مرضی کے سامنے مردود ہے کیونکہ اس کی مرضی تو آ چکی ہے۔ آسمانی کتابوں کے اندر ہے اور اس کی انبیاء و رسل کی سیرتیں ہیں۔

"قرآنی انقلاب کو جس طرح خود قرآن پیش فرماتا ہے اس میں اور جو اسلام و مسلمانوں کے نام پر موجودہ جملہ چھوٹی بڑی تحریکات منتشر حالت میں پھیلی ہوئی ہیں ان میں امتیاز و فرق کی ضرورت کا بیان بھی ضروری ہے۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ خود مسلمان بھی آج جس کو خالص اسلامی تحریکات و اسلامی جدوجہد کے نام سے منسوب کر رہے ہیں دراصل وہ یا تو اسلامی ہی نہیں ہیں یا اگر اسلامی ہیں بھی تو اسلام کی کسی ایک عضو کا مصداق اور یہ معلوم ہے کہ جس طرح انسان کے کسی ایک عضو کا نام انسان نہیں ہوتا اسی طرح اسلام بھی صرف آزادی روزہ نماز حج زکوٰۃ اور اقتصادی حالت وغیرہ کا نام نہیں ہے کیونکہ یہ تو اسلام کے ایک ایک جزو ہیں نہ کہ کامل اسلام۔

موجودہ اسلامی جدوجہد میں ایک توڑی کمی ہی ہے کہ وہ درد کا کامل علاج نہیں کر
بڑی مصیبت یہ ہے کہ خود کارکن حضرات بھی اسی کو مکمل شئے سمجھکر مطمئن کرتے اور مطمئن ہوجاتے ہیں
اس موقع پر انتہائی حسرت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج کہیں سے بھی "قرآنی انقلاب" کے ذریعہ
اس اسلام کے لئے جدوجہد جاری نہیں جو خلفائے راشدین کا اسلام تھا اور جس کو محمد عربی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے پیش فرمایا تھا۔

اسلامی مملکتوں کے قائد اعظم اور حکمرانوں کے کارنامے اور اس کے نتائج بھی سامنے ہیں۔ اور
اگر اس کو زیادہ نزدیک سے کوئی دیکھنا چاہے تو اسلامیان ہند کے زندہ قائدوں میں سے ڈاکٹر
شیخ محمد اقبال اور مولانا ابوالکلام آزاد کو دیکھ سکتا اور قرآنی تعلیمات سے ان کا مقابلہ کر کے ان کے
اور ان کے کام کے متعلق اندازہ لگا سکتا اور صحیح رائے قائم کرسکتا ہے۔

ڈاکٹر اقبال اگرچہ ہیں تو قول کے اندر ہیں وہ بھی صاف صاف قرآن اور قرآنی انقلاب کیلئے
نغمہ سرائی نہیں کرتے تیسری راونڈ ٹیبل کانفرنس کی کارروائی سے مطمئن ہوجاتے ہیں الغرض ان کے
یہاں بھی سب کچھ ہے اور کچھ بھی نہیں کیونکہ صرف قرآن ہی والا ان بھول بھلیاں سے باہر ہوتا اور
دوسروں کو بھی باہر کرسکتا ہے دوسرا بیچارہ مجبور ہوتا ہے اور مجبور مجبور کی کیا رہنمائی کرسکتا ہے مولانا ابوالکلام
آزاد۔ دوسرے شخص ہیں جن کی تحریر و تقریر سے بھی ایک طبقہ مسحور ہو رہا ہے۔ وقت تھا کہ مولانا نے
مذکور اپنی آخری چیز ترجمان القرآن کے اندر کم سے کم اس چیز کو پیش کردئے ہوتے جس کی صرف مسلمانوں
ہی کو نہیں بلکہ دنیا کو ضرورت ہے اور وہ "قرآنی انقلاب" ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے حکومت الہی کا
قیام، قوانین الہی کا نفاذ، عبدیت الہی کا رواج اور محبت الہی کی فضا کے خواستگار ہوتے مگر وہ بھی زیادہ
سے زیادہ سوراج کے دلدادہ ہیں جس کا مطلب اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ چند مسلمان اور چند ہندو قوانین
بنائیں گے اور اس کو ہندوستان کی تینتیس ۳۳ لاکھ خدا کی مخلوق پر نافذ کریں گے اِنَّا لِلّٰہِ
وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔

یقیناً مجھے شخصیتوں کا ذکر نہیں کرنا تھا لیکن بادل ناخواستہ کرنا پڑا۔ مجھے تو در اصل
ان ہستیوں کے کاموں کا تجزیہ کر کے بتلا دینا تھا جو اسلام اور مسلمانوں کے نام پھکئے جا رہے ہیں

اور جس پر مسلمان خوش عقیدگی یا غفلت کے عالم میں تکیہ کئے بیٹھے ہیں مجھے یہ اس لئے کرنا تھا تا کہ مسلمان ان کو اور ان کی مساعی کو اپنے دکھ کا درمان سمجھنے سے باز آ جائیں اور اس ہادی اور اس تریاق کی طرف ہر طرف سے منہ پھیر کر ہاتھ بڑھائیں جو حقیقی قطعی اور یقینی ہے اور اس کے کہنے کی ضرورت نہیں کہ وہ اس آسمان کے نیچے اور اس زمین کے اوپر صرف قرآن ہے فبای حدیث بعدہ یومنون ۔ قرآن اور صرف قرآن مسلمانوں کی کھوئی ہوئی شئے ہے تعلیمات قرآن اور صرف تعلیمات قرآن مسلمانوں کا بھولا ہوا سبق ہے ۔ عمل بالقرآن اور صرف عمل بالقرآن مسلمانوں کا بھولا ہوا سبق اور دینی و دنیا کی گم کی ہوئی متاع ہے ۔

قرآن ہادی بھی ہے ہدایت بھی۔ راہ بھی ہے زاد راہ بھی منزل بھی ہے مقصود بھی علم بھی ہے معلم بھی، نور بھی ہے اور منور کرنے والا بھی۔ زندگی بھی ہے اور زندگی بخشنے والا بھی اور دنیا کے لئے بھی ہے اور دین کے لئے بھی۔

قرآن بے نیاز خدا کا کلام ہے اس لئے وہ اپنے وابستگان کو سب سے بے نیاز کر دینے والا ہے اور اوس کا ہو کر جو کوئی اوس کی روشنی میں آگے بڑھنا چاہتا ہے وہی فلاح یافتہ ہے ۔

پس آج اگر وقت آ گیا ہے تو دنیا کے لئے اور خصوصاً مسلمانوں کے لئے قرآن کے ذریعہ سے قرآنی انقلاب کی ضرورت ہے اور اگر ابھی وقت نہیں آیا ہے تو جب کبھی وقت آئے گا قرآن ہی کو اختیار کرنا ہوگا ۔

"ابو مسلم"

مذاکرۂ علمیہ

کیا نجات کیلئے صرف ایمان باللہ کافی ہے؟

مسٹر پکتھال اور ذوقی شاہ صاحب کی مراسلت۔

(مسٹر محمد مارماڈیوک پکتھال کے بعض مضامین سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ نجات کیلئے محمد صلعم کی رسالت پر ایمان لانا ضروری نہیں سمجھتے ہیں اور نہ اس ایمان کو دین اسلام کا کوئی لازمی رکن خیال کرتے ہیں اس پر جناب ذوقی شاہ صاحب اور ان کے درمیان ایک دلچسپ اور مفید مباحثے کی مراسلت ہوئی ہے جسے انگریزی زبان سے ترجمہ کرکے "ترجمان القرآن" میں شائع کیا جاتا ہے آج کی اشاعت میں جناب ذوقی شاہ صاحب کے خط کا ترجمہ مندرج ہے۔ مسٹر پکتھال کا جواب اور شاہ صاحب کا جواب الجواب آئندہ اشاعت میں درج کیا جائیگا۔)

جناب من!

اسلام علیکم۔ آپکے اخلاق کریمانہ سے امید ہے کہ آپ اجازت دیں گے کہ میں اسلامی حقوق کی بنا پر آپ کو ایک ایسے مسئلہ کے متعلق مخاطب کرونگا جو میرے نزدیک کافی اہمیت رکھتا ہے۔

"کلچرل سائڈ آف اسلام" پر آپکے لکچروں اور "اسلامک کلچر" کی ایک جدید اشاعت میں آپکے مطبوعہ خیالات سے مجھے معلوم ہوا ہے آپکے ذہن میں اسلام کا جو تصور ہے وہ نجات کیلئے ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کو لازمی قرار نہیں دیتا آپ اپنے اس استنباط کو قرآن کی مندرجہ ذیل آیت پر مبنی فرماتے ہیں

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ہَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (البقرہ ۶۲)

"تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور وہ لوگ کہ یہود ہوئے اور عیسائی اور صابئین جو کوئی ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور یوم آخرت کے اور عمل صالح کرکے واسطے ان کے ہے ثواب انکا نزدیک رب انکے کے اور نہیں ڈر اوپر انکے اور نہ وہ مغموم ہونگے"

اس میں شک نہیں کہ جو خدا و آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور اعمال بھی اسکے صالح ہیں وہ نجات کیلئے

کسی بدھ جز کا محتاج نہیں وہ مقصد اسلام کو کما حقہ پورا کر رہا ہے اور وہ بالکل ایک سچے اور پکے مسلمان کی طرح ہے۔ مگر یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک سچے پیغمبر کی رہنمائی کے بغیر کیا سچے خدا پر ایمان لانا ممکن بھی ہے یا نہیں۔

توہمات انسانی کے پیدا کئے ہوئے فرضی اور ناقص خدا پر ایمان لانے سے کام نہیں چلتا مثلاً کوئی شخص ایک لکڑی کو خدا سمجھ لے تو کیا آپ اسے سچے خدا پر ایمان لانیوالوں میں شمار کریں گے ایسے لوگ بھی اس دنیا میں اپنا وجود رکھتے ہیں جو اپنے خدا کو ایک ناقص اور مجبور خدا تصور کرتے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ ایسے خدا نے دنیا تو پیدا کر دی مگر وہ اپنے بندوں کو گناہوں سے باز نہیں رکھ سکتا اور دنیا کو ظلم و نا انصافی و مصائب سے محفوظ رکھنے کی (نَعُوذُ بِاللہِ) قدرت نہیں رکھتا اور واقعات میں ترمیم کرنا اس کے اقتدار سے باہر ہے ایسے بھی لوگ ہیں جو قدامت کے لحاظ سے مادہ اور روح کو خدا کا شریک قرار دیتے ہیں ایسے بھی لوگ ہیں جو مندرجہ ذیل توہمات میں مبتلا ہیں۔

وَقَالَتِ الْیَهُودُ وَالنَّصٰرٰی نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللہِ اور کہا یہود نے اور نصاریٰ نے کہ ہم بیٹے ہیں اللہ کے۔

(المائدہ - ۱۸)

وَقَالَتِ الْیَهُودُ یَدُ اللہِ مَغْلُولَةٌ (المائدہ ۶۴) اور کہا یہود نے ہاتھ اللہ کے بند ہیں۔

وَقَالَتِ الْیَهُودُ عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللہِ وَقَالَتِ اور کہا یہود نے عزیر بیٹا ہے اللہ کا اور کہا نصاریٰ نے

النَّصٰرٰی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللہِ (التوبہ - ۳۰) مسیح بیٹا ہے اللہ کا۔

حالانکہ ان سب کا دعویٰ ہے کہ یہ لوگ اللہ پر ایمان لائے ہیں میں یہاں خدا کے متعلق ان توہمات اور مضحکہ انگیز خیالات کی تفصیل کی ضرورت نہیں محسوس کرتا جو دنیا کے بعض طبقوں میں پائے جاتے ہیں

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ اور بعض لوگ وہ ہیں جو توحید خدا کے بارے میں بغیر علم کے

وَّیَتَّبِعُ کُلَّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ - (الحج - ۳) جھگڑتے ہیں اور شیطان سرکش کی پیروی کرنے لگتے ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کے معاملہ میں جھگڑتے ہیں بغیر علم

وَّلَا هُدًی وَّلَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍ (الحج) ۸ - کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کتاب روشن (کی سند) کے۔

میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا اللہ کے متعلق اس قسم کے غلط عقائد کسی طرح بھی سودمند ثابت ہوسکتے ہیں اللہ کو صحیح اسمائے و صفات سے معرا کر دینا اور جن اسماء و صفات کی اس کے سچے پیغمبروں نے ہمیں خبر دی ہے اون سے انکار کرنا اور کہدینا کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں حقیقتاً اللہ پر ایمان لانا نہیں تخیلات انسانی کی پرواز حق تعالیٰ تک پہنچنے سے قاصر ہے فلسفی کا دماغ اس کا محاصرہ کرنے سے عاجز ہے سائنٹیفک تحقیقات حقائق الٰہیہ میں موشگافیوں کے لئے بے بس ہے اللہ پر ایمان لانے کے لئے بندہ اللہ کے متعلق کسی قدر معلومات کا محتاج ہوتا ہے۔ یہ معلومات اللہ تعالیٰ ہی کی جناب سے اور اسی کے رسولوں کی وساطت سے حاصل ہوتی ہے۔

آپ اللہ تعالیٰ کے متعلق صحیح عقیدہ قائم ہی نہیں کر سکتے تا وقتیکہ آپ رسولوں کی رہنمائی سے فائدہ نہ اٹھائیں اور رسولوں پر جو وحی نازل ہوتی ہے اسپر پورا ایمان نہ لائیں۔ اللہ پر ایمان لانا مشتمل ہے اس کے رسولوں پر ایمان لانے پر اس کے رسولوں سے انکار حقیقتاً اس سے انکار ہے"

يَا بَنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ (الاعراف ۳۵ و ۳۶)

اے بیٹو آدم کے! اگر آدیں تمہارے پاس پیغمبر تم میں سے اور بیان کریں اوپر تمہارے نشانیاں میری (اپنی) پس جو کوئی پرہیزگاری کرے اور اصلاح کرے پس نہیں خوف اوپر انکے اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جھٹلایا نشانیوں ہماری کو اور تکبر کیا ان سے وہ لوگ ہیں آگ والے بیچ اس کے ہمیشہ رہنے والے ہیں

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ

تحقیق جو لوگ کفر کرتے ہیں ساتھ اللہ کے اور رسولوں اس کے کے اور ارادہ کرتے ہیں یہ کہ جدائی ڈالیں درمیان اللہ کے اور رسولوں اس کے کے اور کہتے ہیں ایمان لاتے ہیں ہم ساتھ بعض کے اور کفر کرتے ہیں ہم ساتھ بعض کے ـــــ بیچ اس کے اور چلتے ہیں

هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ (النساء ۱۴۹-۱۵۰)	یہ کہ پکڑیں درمیان اس کے راہ یہ لوگ ہیں کافر بالتحقیق اور تیار کیا ہے ہم نے واسطے کافروں کے عذاب رسوا کرنے والا۔"
اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۔ (الاعراف ۴۰)	تحقیق جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو اور تکبر کیا ان سے نہ کھولے جائیں گے واسطے ان کے دروازے آسمان کے اور نہ داخل ہوں گے بہشت میں یہاں تک کہ داخل ہو جاوے اونٹ بیچ ناکے سوئی کے اور اسی طرح بدلہ دیتے ہیں مجرموں کو"
وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ۔ (الانعام ۳۹)	اور جن لوگوں نے جھٹلایا نشانیوں ہماری کو وہ بہرے ہیں اور گونگے ہیں بیچ تاریکیوں کے۔
اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ (النحل ۱۰۴)	تحقیق وہ لوگ جو نہیں ایمان لاتے ساتھ نشانیوں اللہ کی نہ ہدایت کرے گا ان کو اللہ اور واسطے ان کے عذاب ہے درد دینے والا۔

یہ سچ ہے کہ پہلے بھی انبیا گذرے ہیں اور انہوں نے اپنے متبعین کو تعلیمات ضروری سے سرفراز فرمایا ہے مگر وہ تعلیمات اب باطل کی آمیزشوں سے مسخ ہو چکی ہیں۔ جو صحائف آسمانی ان پر نازل ہو چکے تھے آج اپنی اصلی شان میں محفوظ نہیں اور ان کی موجودہ صورتوں میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (النساء ۴۶)	وہ تحریف کر ڈالتے ہیں کلمات کی اپنی جگہ سے۔

یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ قدیم صحائفِ آسمانی مدت دراز کے بعد اب تقریباً بالکل ہی تبدیل و مسخ ہو چکے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ نہ تو کبھی موسیٰ علیہ السلام نے

یہ تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ بھی ایک بیٹا رکھتا ہے جس کا نام عزیز ہے یہ عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ آدم علیہ السلام کے زمانہ سے حق تعالیٰ کی جانب سے ہدایت کا فیضان برابر جاری رہا۔ حق تعالیٰ کی یہی ہدایت "اسلام" کے نام سے موسوم ہے اور یہی وہ اصلی اور قدیم مذہب ہے جو خدا کی نگاہ میں مقبول اور پسندیدہ چلا آتا ہے۔

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (آل عمران ۱۹) تحقیق دین نزدیک اللہ کے (بس) اسلام ہی ہے۔

مگر گذشتہ تیرہ سو صدی سے اسلام کی اسی صورت پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اور اسلام کے اسی نقشہ کو قابل قبول سمجھا جا سکتا ہے جو پیغمبر خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ہم تک پہنچا ہے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَىٰ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَن تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِن بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ ۖ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ المائدہ (۱۹)

"اے اہل کتاب تحقیق آیا ہے تمہارے پاس پیغمبر ہمارا (جو) بیان کرتا ہے واسطے تمہارے بعد موقوف جانے پیغمبروں کے (زمانہ) ایسا نہ ہو کہ تم یہ کہو کہ نہیں آیا کوئی ہمارے پاس خوشخبری سنانے والا پس تحقیق آیا تمہارے پاس ڈرانے والا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے"

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُم۔ (النساء ۴۷)

"اے لوگو جو دئے گئے ہو کتاب (یعنی اہل کتاب) ایمان لاؤ ساتھ اس چیز کے اتاری ہم نے سچا کرنے والی ہے اس چیز کے کہ ساتھ تمہارے ہے"

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ۔ (الاعراف ۱۵۸)

"کہدے (اے محمد!) کہ اے لوگو! تحقیق میں پیغمبر ہوں اللہ کا طرف تم سب کے (وہ اللہ) جس کے لئے بادشاہت ہے آسمانوں کی اور زمین کی نہیں کوئی معبود۔ مگر وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے بس ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے اور رسول اس کے کہ جو نبی ہے امی جو ایمان لاتا ہے ساتھ اللہ کے اور باتوں اس کی کے اور پیروی کرو اس کی تاکہ تم ہدایت پاؤ"

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَّكُمْ

اے لوگو تحقیق آیا تمہارے پاس پیغمبر ساتھ حق کے تمہارے پروردگار کیطرف سے پس ایمان لاؤ بہتر ہوگا واسطے تمہارے

النساء (۱۷۰)

هَٰذَا هُدًى ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ أَلِيمٌ (الجاثیہ-۱۱)

"قرآن ہے ہدایت اور جو لوگ کہ کافر ہوئے ساتھ نشانیوں رب اپنے کے واسطے ان کے ہے عذاب دردناک۔

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي

کہیے (اے محمد!) کہ اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو پیروی کرو میری۔

آل عمران (۳۰)

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ - آل عمران (۳۱)

کہیے (اے محمد!) کہ فرمانبرداری کرو اللہ کی اور رسول کی۔ پس اگر پھر جاویں تو تحقیق اللہ دوست نہیں رکھتا کافروں کو (یہاں جو محمد رسول صلعم کی اتباع سے گریز کریں تو انھیں کافر کہا گیا ہے)

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ

اور جو کوئی پسند کرے سوائے اسلام کے کوئی (اور) دین پس وہ ہرگز قبول نہ کیا جاویگا اس سے اور ایسا شخص بیچ آخرت کے ٹوٹا پانیوالوں میں سے ہے۔

(آل عمران-۸۴)

سورہ بقر کی آیۃ ۶۲ کی جو آپ نے تاویل فرمائی ہے اسے آپ متذکرہ بالا آیات سے کیونکر تطبیق دے سکتے ہیں! آیت قرآن کی صحیح معنی وہی ہوسکتے ہیں جو بقیہ قرآن کے ساتھ مطابقت کریں ورنہ پھر قرآن کے بعض حصوں کا اقرار اور بعض کا انکار لازم آئے گا۔

أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ (البقرة - ۸۵)

کیا پس ایمان لاتے ہو ساتھ بعض حصہ کتاب کے اور کفر کرتے ہو ساتھ بعض کے"۔

یہاں ایک اور نکتہ قابل غور ہے آپ کیونکر صادق القول اور صادق الیقین ہوسکتے ہیں۔ اگر آپ کو خدا پر ایمان ہونیکا تو دعوی ہے مگر خدا کی فرمانبرداری سے گریز ہے

آپ شاہنشاہ کی وفاداری کا دم کیسے بھر سکتے ہیں اگر آپ اس کے وائسرائے اور گورنروں اور دیگر حکام بالا دست سے انحراف کریں ایک ادنیٰ پولیس کے سپاہی کی توہین بادشاہ کی توہین ہوتی ہے بادشاہ کے احکام کی توہین ایک سنگین جرم ہے متذکرہ بالا آیات قرآنی (۳:۲۰ و ۲۱ - ۴:۱۷ - ۶:۳۹ - ۷:۱۵۸ - ۱۶:۱۰۴) میں بنی نوع انسان سے خطاب ہے جسمیں مسلم اور غیر مسلم سب شامل ہیں۔ آیات (۴:۴۷ اور ۵:۱۹)۔ میں بالتخصیص اہل کتاب سے خطاب ہے۔ جنھیں بشمولیت اقوام دیگر حکم دیا گیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کریں ان احکام کی نافرمانی اور ان احکام سے لاپروائی کیونکر کسی کو عقوبت سے بچا سکتی ہے؟ آپ جانتے ہیں کہ اس مضمون کی جو بکثرت آیات قرآن میں موجود ہیں ان میں سے صرف چند ہی آیات اوپر نقل کی گئی ہیں اسی طرح حیات بعد الممات کے متعلق بھی مختلف مبہم اور متضاد خیالات دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں مثلاً بکثرت لوگ تناسخ اور آواگون کے قائل ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ بھی حیات بعد الممات کے ماننے والے ہیں اس بارہ میں آپ صحیح اور غلط عقائد میں امتیاز کس صورت سے کریں گے؟ قرآن نے تو اس بات کے پرکھنے کے لئے ہمیں ایک کسوٹی عطا فرما دی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ - (الانعام - ۹۳) اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں ساتھ آخرت کے ایمان لاتے ہیں۔ ساتھ اس (قرآن) کے"

چنانچہ آخرت کے متعلق ان جملہ لغویات کو ہمیں مسترد کر دینا پڑیگا جن کی تائید ہمیں قرآن پاک میں سے نہ ملے۔ علاوہ بریں عمل صالح کے پرکھنے کے لئے آپ کے پاس کیا معیار ہے جس کے ذریعہ آپ حق و باطل میں اور عمل صالح و عمل غیر صالح میں تفریق کر سکیں؟ خیر و شر کے متعلق دنیا میں اس کثرت سے اختلاف رونما ہے کہ اگر دنیا صرف اپنے طور پر بلا امداد ہدایت ربانی اس کا فیصلہ کرنے کے درپے رہے تو امن و سکون و اطمینان اس عالم میں کبھی نصیب نہ ہوسکے

مختصر یہ ہے کہ اس دنیا میں ایک بھی فرد بشر ایسا نہیں جو اللہ و آخرت پر ایمان لانے اور اعمال صالحہ اختیار کرنے کا متمنی ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تعلیم و ہدایت کے بغیر اور جو وحی ان پر نازل ہوئی ہے اس کی روشنی سے مستغنی رہکر اپنے ارادہ میں کامیاب ہو سکے۔

متذکرہ بالا عقیدہ کو ان عقاید سے کوئی سروکار نہیں جو یہود کو متعلق ہیں اور جنکا ذکر قرآن میں آیا ہے نہ ان مختلف النوع عقاید میں باہم کوئی اشتراک یا مماثلت ہے۔ یہود اس زعم باطل میں مبتلا تھے کہ وہ خدا کے چنے ہوئے منتخب اور برگزیدہ بندے ہیں نہ اس بنا پر کہ ان میں ذاتی خوبیاں ہیں یا ان کے اعمال نیک ہیں۔ نہ اس بنا پر کہ وہ ایک برگزیدہ خاندان میں پیدا ہوئے اور نہیں یہ جھوٹا دعویٰ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی اس پر مہربانی خاص ہے جس کی بنا پر صرف وہی جنت میں داخل ہونگے گو اعمال نیک ان سے سرزد نہ ہوئے ہوں اور دوزخ میں وہ نہ جائینگے اور گئے بھی تو گنتی کے چند دن وہاں رہیں گے خواہ ان سے کیسی کچھ بداعمالیاں اور شرارتیں سرزد ہوئی ہوں۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (المایدہ۔ ۱۸) اور کہا یہود نے اور نصریٰ نے کہ ہم بیٹے ہیں اللہ کے اور پیارے ہیں اس کے

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى (البقرۃ۔ ۱۱۱) اور کہا انہوں نے کہ ہرگز نہ داخل ہوگا بہشت میں مگر وہ جو ہوگا یہودی اور نصاریٰ"

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً (البقرۃ: ۸۰) اور کہتے ہیں ہرگز نہ لگے گی ہمکو آگ مگر گنتی کے چند دن

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (الجمعہ۔ ۶) کہ (اے پیغمبر) کہ اے لوگو جو یہودی ہوئے ہو اگر دعویٰ کرتے ہو تم یہ کہ تم دوست ہو اللہ کے سوائے اور لوگوں کے تو آرزو کرو تم موت کی اگر ہو تم سچے"

وہ لوگ اس ملک کے برہمنوں سے کم و بیش مماثلت رکھتے تھے جن کے نزدیک نسل و

پیدائش اور ذات پات کا بڑا احترام کیا جاتا ہے نہ کہ کمالات ذاتی کا۔ مسلمانوں کے ساتھ معاملہ اور یہ ہے مسلمانوں کے نزدیک امتیاز نسل امتیاز ملک ورصورت کوئی چیز نہیں ان کے نزدیک مسلم و یہود و نصاریٰ و جملہ دیگر اقوام مساوی ہیں بشرطیکہ وہ اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کے سچے دل سے درپے ہوں قرآن نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی ہے۔

آیات قرآنی (۲:۶۲) کے صحیح معنی یہ ہیں کہ:۔

"کاغذات مردم شماری میں اندراج کی غرض سے تم خواہ مسلمان ہو یہود ہو خواہ صابی اگر تم اللہ پر سچا ایمان رکھتے ہو تمہیں ہمارے پیغمبر کی ہدایت کے بغیر حاصل ہی نہیں ہو سکتا اور اگر تم حیات بعد الممات و آخرت پر اس نوع کا ایمان رکھتے ہو جس کی تعلیم تمکو ہمارے رسول اور قرآن نے دی ہے اور اگر تم وہ اعمال کرتے ہو جن کی ہدایت حق تعالیٰ نے تمہیں فرمائی ہے اور ان افعال سے اجتناب کرتے ہو جن سے حق تعالیٰ نے تمہیں منع فرمایا ہے تو تمہارے لئے خوف کی کوئی وجہ نہیں اور نسلی امتیاز اور تمہاری پیدائش کا کسی نسل کسی ملک اور کسی خاندان میں وقوع حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اجر نیک حصول سے باز نہیں رکھ سکتا،

مندرجہ ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ فرما دی ہے کہ محض زبانی جمع خرچ پر اعتماد نہ کریں اور قولاً مسلمان ہونے پر اکتفا نہ کریں بلکہ کمالات ذاتی کے حصول میں کوشاں رہیں اور سچے معنی میں اپنی اصلاح کے درپے رہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ	اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے اور رسول
وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ	اس کے اور کتاب کے جو اتاری ہے اوپر رسول اپنے کے اور کتاب کے
الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ	جو اتاری پہلے اس سے اور جو کوئی کفر کرے ساتھ اللہ کے اور
وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ	فرشتوں اس کے اور کتابوں اس کی کے اور رسولوں اس کے کے اور
ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۔ (النساء ۱۳۶)	دن پچھلے کے پس تحقیق گمراہ ہوا گمراہ دور کی ہے"۔

پس امر واقعی یہی ہے کہ نجات اس کے لئے ناممکن ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صدق و ایمانداری کے ساتھ اطاعت کرنے سے انکار کرے اور اس امر کسی نوعیت کے اعتراض کی مطلق گنجائش نہیں اگر کوئی شخص سنجیدگی و صداقت کے ساتھ صراط المستقیم پہ چلنے کا خواہشمند ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ نبی آخر الزمان کی روشن کردہ اسلامی صورت کی حقانیت کو تسلیم نہ کرے بشرطیکہ قومی تعصب' اغیار سے نفرت' اور مسلک آبائی کی بلا وجہ اندھی تقلید سد راہ نہ ہوں۔ جو امور کہ جائز طور پر حدود عقل کے اندر واقع ہیں ان میں اسلام کا عقل سلیم کے مطابق ہونا' اسلامی بے تعصبی مساوات عالمگیرانہ شان' اور بین الاقوامی خصوصیات' اسلام کا عملی پہلو اور بلندی تخیل' اسلام کے دینی اور دنیوی برکات' اسکی امن پسندی' اسکے ذریعہ مادی سکون و مادی ترقی اور روحانی پرواز اور روحانی بلندیوں کا حصول' یہ تمام باتیں ایسی ہیں جو ہر صحیح الدماغ اور صحیح المزاج شخص کو گرویدہ کر لینے کی قوت شدید رکھتی ہیں۔ دنیا کے بعید و ناقابل خطاب گوشوں کے وہ باشندے جن کے کانوں تک اسلام اور پیغمبر اسلام کا نام تک نہیں پہونچا البتہ قابل معافی ہیں اور غلب ہے کہ خدائے ارحم الراحمین انہیں معاف فرما دے۔ مگر ان لوگوں کے متعلق آپکا کیا خیال ہے جو "انسائکلوپیڈیا آف اسلام" کے غیر مسلم مضمون نگاروں کی طرح اسلام سے خوب واقف ہیں مگر اسلام کا مطالعہ ہدایت و رہنمائی کی غرض سے نہیں بلکہ اسلام کی صورت کو مسخ کر کے سامنے پیش کرنے اور اسلام کے متعلق بکثرت غلط بیانیوں کی اشاعت کی غرض سے کرتے ہیں؟ کیا واقعی آپکا خیال ہے کہ ایسے لوگ بھی کسی رحم کے مستحق ہیں؟

معاف فرمائیے کہ میں نے آپکا قیمتی وقت لیا آپکے خلوص اور آپکے اسلامی اور تبلیغی ذوق نے مجھے آمادہ کیا میں یہ مراسلہ آپکی خدمت میں ارسال کروں مجھے امید ہے کہ اپنے ایک مسلمان بھائی کی اس تحریر کا آپ اسی نگاہ سے مطالعہ فرمائینگے جس نگاہ سے کہ یہ قلمبند کی گئی ہے میرا یہ خط ایک اسلامی مقصد کا شائد ذریعہ بن جائے۔ والسلام۔ آپکا مخلص سید محمد ذوقی

تفسیرِ کائنات

یا

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِین

قرآن

(علامہ کیفی چریاکوٹی)

اَلحَمدُ لِلّٰہِ۔ "تمام تعریفیں خدا ہی کے لئے زیبا ہیں"۔

انسان، اپنے ملک کی تعریف کرتا ہے، قوم کی تعریف کرتا ہے، خاندان کی، اپنے ماں باپ کی، اپنی پھر اپنے بادشاہ، سردار، محسن کی تعریف میں رطب اللسان رہتا ہے۔ عرب کے شعرا اپنے زعم شاعری قوموں اور قبیلوں کو "مدح" سے آسمان پر اور "ہجو" سے تحت الثریٰ میں پہونچا دیتے تھے۔ گویا شعرا کے ہاتھ میں عزت اور ذلت کی عنان تھی۔

ایک شاعر نے "بنی انف ناقہ" کی تعریف میں یہ شعر کہا تھا۔

قومھم الانف والاذناب غیرھم

ومن یسوی بالف الناقۃ الذنبا

بنی انف ناقہ اقوام کی ناک اور قومیں دم ہیں، دم کہیں ناک کی برابری کر سکتی ہے؟ اس شعر کا یہ اثر ہوا کہ قبیلہ بنی انف اپنے امتیاز پر مغرور ہو گئے اپنے مقابلہ میں دوسروں کو ذلیل سمجھنے لگے۔

"جریر" نے قبیلہ "نمیر" کی ہجو میں یہ شعر کہا۔

فغض الطرف انك من نمير
فلا كعبا بلغت ولا کلابا

اس شعر نے قبیلہ "نمیر" کے امتیاز او غرور کو خاک میں ملا دیا، ان پر ذلت او حقارت کی نظریں پڑنے لگیں۔

نابغہ ذبیانی نے "نعمان" کی تعریف میں یہ شعر کہا ہے

کانك شمس والملوك کواکب
اذا طلعت لم یبد منهن کوکب

"گویا کہ تو آفتاب ہے اور بادشاہ ستارے ہیں جب آفتاب طلوع ہوجاتا ہے تو تاروں کا پتا نہیں رہتا۔"
اسی طرح شعرا او خطبا نے مدح اور ذم کو اپنی طباعی کا جولانگاہ بنا لیا تھا، دنیائے عرب کو معلوم نہ تھا کہ اس دنیا سے باہر بھی کوئی عالم ہو سکتا ہے۔

ٹھیک اس عالمگیر تاریکی اور جہان سوز ضلالت او گم گشتگی میں اسلام کا آفتاب ہدایت کی جہانتاب نوں کے ساتھ اپنے حسن بیساختہ سے نقاب پھینک کر "فاران" کے طور سے طلوع ہوا، یہی نقیب صداقت بلند کرتے ہوئے

جاء الحق وذهق الباطل ان الباطل کان ذهوقا
حق آگیا، باطل مٹ گیا، یقینا باطل مٹنے ہی کے لئے تھا۔ قرآن

معبودان باطل کے آستانوں پہ جھکی ہوئی گردنیں اٹھا لیگئی او حی وقیوم، قائم و دائم ذات کے آستانے پر جھکا دی گئی غلامی کی بیشمار زنجیریں توڑ دی گئیں فانی آقاؤں کی پرستش روک دی گئی بتایا گیا کہ عبادت اور مدح و ثنا کے لائق وہ ذات ہے جو ہمیشہ سے ہے او ہمیشہ رہیگی اس کی صفت او ثنا کیا۔ جس کو طوفان حوادث کی معمولی حرکت بہالیجائے، جس کو مرور ایام کا ہاتھ حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹا دے۔

قرآن حکیم سب سے پہلے یہی بتاتا ہے کہ "تمام تعریفیں خدا ہی کیلئے مخصوص ہیں" الحمد للہ یعنے جب ایک ذات اور صرف ایک ذات مخصوص ہو چکی تو اس کے علاوہ بادشاہوں امیروں عسنون

دولتمندوں کی تعریف کے کیا معنے؟ - اگر بادشاہی، ملک و ملک، امارت، احسان، دولت اسباب ستایش میں تو خدا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ پروردگار جمیع عوالم ہے اسی کی ثنا و صفت کرو ربُّ الْعٰلَمِیْنَ حاوی ہے تمام بادشاہوں، امیروں، محسنوں، دولتمندوں پر بلکہ دنیا پر، کائنات کے ذرے ذرے پر، آسمان اور زمین پر اس کی تفصیل آتی ہے اس میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ مدح و ستایش دراصل غلامی کی ایک بندش ہے قرآن اس بندش کو بھی توڑتا ہے غلامی اگر مناسب ہے تو صرف خدا کی -

رت بدل گئی اور ہستی کے خزاں دیدہ باغ میں نئی بہار آگئی، حق اور صداقت کی نئی کونپلیاں پھوٹیں عرب کے شاعر اعشیٰ اپنے قصیدے میں کہتا ہے:-

وصل علی حین العشیات والضحیٰ

ولا تحمد المثرین واللہ فاحمدا

رات اور دن خدا ہی کو پوجو - رئیسوں اور امیروں کو نہیں -

اس تعلیم میں ایک عجیب راز اور غریب نکتہ ہے میں اس کو مغرب اور مشرق کے تمام عقل پرستوں، سائنس کے پرستاروں، فلسفہ کے گم کردہ راہوں، دہریوں، مادہ کے غلاموں کے سامنے پیش کرتا ہوں اور بہ آواز بلند پکار کر کہتا ہوں کہ "هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ" سنو کہ اس میں یہ راز ہے کہ جب ایک ذات عظیم الشان بے مثل واحد پرستش کے لئے مشترک ہوگی تو اس کی پرستار اسی نسبت سے دنیا کے تمام منتشر آقاؤں کے غلاموں سے برتر اور افضل ہوں گے وہ اپنی فضیلت قائم رکھنے کے لئے شجاع ہوں گے، غیور ہونگے، جانباز ہونگے سرفروش ہوں گے۔ دنیاوی امور سے موازنہ کرکے دیکھو کہ وزرا اور امرا کے خدام سے زیادہ نمایاں بادشاہوں کے خدام ہوتے ہیں اسی طرح جو بادشاہ جس قدر با جبروت ہوتا ہے اس کے خدام اسی نسبت سے شان اور شوکت والے ہوتے ہیں، ان میں اسی قدر شان بان ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کی تحفظ کے لئے یہ لوگ جان و مال اور عزت و ناموس کی پروا نہیں کرتے، خدا جب احکم الحاکمین ہے تو اس کے خدام اور پرستار اسی نسبت سے افضل و برتر ہونگے۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ "اعمال و جوارح روح کے تابع ہوتے ہیں۔ روح جس قدر قوی اور مستحکم ہوتی ہے۔ اسی قدر اعمال قوی اور مستحکم ہوتے ہیں، روح میں قوت یکسوئی سے پیدا ہوتی ہے" اسلام اور قرآن نے اسی چیز کو پیش نظر رکھکر توحید پر زور دیا ہے' اس کی پوری بحث کتاب "فلسفہ سیاسیات اسلام" میں موجود ہے جب تک مسلمانوں کے ہاتھ میں یہ جھنڈا تھا دنیا کی تمام سلطنتیں سرنگوں تھیں اس کی تفصیل دیکھیے۔

(۱)

خلافت فاروقی کا زمانہ ہے۔ یزدگرد بادشاہ فارس کا مقابلہ ہے جس کا نام سنکر انسانی قلوب لرز اٹھتے ہیں، اسلام کے چند جانبازوں کا حقیر لشکر مقابلے میں صف آرا اور خیمہ زن ہے، نعمان بن مقرن سفارت لیکر یزدگرد کے سامنے گئے ہیں' اس کی شان و شوکت فوج کی کثرت سے زمین تپ رہی ہے لیکن خدا کا پرستار ان چیزوں کی معمولی پروا نہ کرتا ہوا کہتا ہے "ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ہم لوگوں کو انصاف کی دعوت دیں' اسی بنا پر ہم تم کو اپنے دین کی دعوت دیتے ہیں' اگر تم نے انکار کیا تو تمہارے لئے برائی ہے"۔

غور کرو کہ اللہ کا پرستار غیر اللہ کے سامنے کس قدر دلیر ہے اس کو خدا کی راہ پر اپنی جان کی پروا نہیں' اس کا انجام یہ ہے کہ خدا کے دشمن باوجود اپنی جمعیت اور جماعت کے بال تک بیکا نہ کر سکے۔

(۲)

دوسرا واقعہ حضرت زہرہ کا سنو! ایرانیوں کے کمانڈر انچیف رستم کے سامنے سفارت لیکر گئے ہیں۔

زہرہ۔ ہم تمہارے پاس دنیا کی طلب میں نہیں آئے ہیں بلکہ ہماری تمنائے آخرت لائی ہے۔

رستم۔ دین اسلام کیا ہے؟

زہرہ۔ توحید خالص' خدا کو ایک سمجھنا اور محمد کو اس کا رسول ماننا۔

رستم۔ اس کے علاوہ اور کیا ہے؟

زہرہ۔ بندوں کو بندوں کی بندگی سے آزاد کر کے اللہ کی بندگی پر مائل کرنا کیونکہ تمام انسان آدم اور حوا کی اولاد ہونے کی وجہ سے بھائی ہیں۔

رستم۔ (حیرت سے) کیا اچھا اصول ہے؟

— ۳ —

ربعی بن عامر اسی رستم کے سامنے ایک دوسری سفارت لیکر جاتے ہیں اس طرح کہ اپنے نیزے کی نوک سے شاہی مخملی قالین اور گدوں کو نہیں بلکہ دنیاوی سطوت کو مجروح کرتے ہوئے بعد کہتے ہیں کہ:۔ "ہم کو اللہ نے اس لئے بھیجا ہے کہ اس کے بندوں کو دنیا کی تنگی سے نکال کر اس کی وسعت کی طرف لائیں، مذاہب کے جور سے نجات دلاکر اسلام کے آغوش میں ڈال دیں"

— ۴ —

مغیرہ بن شعبہ اسی سلسلے میں بلائے جاتے ہیں تو اس کے برابر تخت پر بیٹھ جاتے ہیں اس کے خدام ان کو اتار دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ:۔

تم سے زیادہ ذلیل و سفلہ قوم دنیا میں نہ ہوگی ہم عرب ایک دوسرے کی پرستش نہیں کرتے میں دیکھتا ہوں کہ تم میں بعض آدمی دوسروں کے خدا ہیں اگر یہی حال ہے تو تمہاری سلطنت ہتی نظر نہیں آتی"

دنیا کے پرستاروں سے پوچھو دولت کے پوجنے والوں کے دلوں سے سوال کرو جاہ و جلال دنیاوی کے طلبگاروں سے استفسار کرو حکام ہی کو اپنی انتہائی پہنچ سمجھنے والوں کے دلوں اور زبانوں کو ٹٹولو اور سنو کہ وہ اس موقع پر کیا کہنے کو تیار ہو سکتے ہیں؟

خصوصیات سورہ | جس آیۂ عظیم المرتبت کا ٹکڑا پیش نظر ہے اس کی پوری سورہ کے فضائل شمار سے باہر ہیں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ایک دن مجھ سے ارشاد فرمایا کہ "میں تم کو ایک ایسی سورۃ بتاتا ہوں جس کی مثل نہ تو توریت میں ہے اور نہ انجیل میں اور نہ قرآن میں کوئی دوسری سورۃ ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ارشاد ہو آپ نے فرمایا وہ سورہ فاتحہ ہے وہ سبع مثانی اور (پورا) قرآن ہے" اس سورہ اور اس کا ہر ٹکڑہ توحید خالص کی تعلیم دیتا ہے اور خدا کا نام کیونکر لیا جاتا ہے اس کی کیونکر تعریف کیجاتی ہے ہر حالت میں اس سے کیونکر مدد مانگی جاتی ہے

اس کو ہر نماز میں داخل کرنے کا منشا یہی ہے رات دن میں پانچ مرتبہ ان امور کی تجدید ہوتی رہے اور ہر آن روح کی قوت میں ترقی اور استحکام ہوتا ہے۔ یہ وہ سورہ ہے کہ اس کی پیشین گوئی زبور میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے

اس کا تلفظ اس طرح ہے۔

شیرو لیہوا شیر حاداش شیرو لیہو خل ہارض:۔ اس کا ترجمہ یہ ہوا کہ اللہ کو نئے بھجن میں بھجو یعنے نئے الفاظ اور نئے انداز میں اس کی تعریف و توصیف بیان کرو۔

شیرو کے معنے تسبیح کرو، بھجو۔ شیر کے معنی حمد کے۔ حاداش کے معنی جدید (زبان، طرز ادا، طریق بیان)۔

اس سے غیر عبرانی یعنے عربی قرآن مراد ہے۔ حکم بھجو کی مخاطب تمام دنیا ہے، دیکھو تمام دنیا میں قرآن کی تلاوت ہوتی ہے اور نماز پڑھی جاتی ہے۔ "شیر" بالکل "حمد" کے مفہوم و معنی بیان کرتا ہے۔ سورہ فاتحہ لفظ "حمد" سے شروع ہوتی ہے، اس میں لفظ مطابقت موجود ہے۔ "بھجو" کا لفظ امر ہے اس کے معنی حکم کے ہیں۔ صحف انبیاء میں حکم کا ماننا فرض ہوتا ہے، یا فرض کے معنی میں آتا ہے۔ قرآن کا پڑھنا فرض بھی ہوا ہے فاقرءوا ما تیسر من القرآن کے الفاظ دیکھو۔ تجدید اور تخصیص قرآن کے لئے اس طرح ثابت ہے کہ غیر قرآن یعنے توریت انجیل زبور وغیرہ کتابوں کا پڑھنا کبھی فرض نہ تھا نہ اس وقت مراد ہے۔

اس سے سورہ فاتحہ مراد ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ:۔ سورہ فاتحہ کو سبع مثانی قرآن میں فرمایا گیا ہے مثانی کے معنی گیت بالخصوص "ثیب" کے ہیں۔ سورہ فاتحہ رات دن کی پانچ وقتوں کی نمازوں میں اور ہر نماز کی ہر رکعت میں بار بار پڑھی جاتی ہے۔ زبور کی پیشین گوئی اس سورہ کے علاوہ دوسری کسی عبارت کے لئے نہیں ہو سکتی۔

سورہ فاتحہ اور اس کے ایک ٹکڑے کے اجمالی بیان کے بعد دوسرا ٹکڑا پیش نظر رکھا گیا ہے۔

رب العالمین تمام عوالم کا پروردگار (پالنے والا) ہے۔

تمام عوالم ہستی کا مربی سرپرست، ان کو نقص سے نکال کر مرتبہ کمال تک پہونچانے والا ابتدا سے انتہا تک رافت و رحمت کی نظر رکھنے والا۔

اس ترکیب میں دو لفظ ہیں ایک "رب" دوسرا "عالمین" ان کی علیحدہ علیحدہ تفصیل و تشریح سن لیجئے۔

رَبّ اس لفظ کے جتنے مشتقات رائج ہیں انپر نظر کیجئے۔

۱۔ ربّ الشئی چیز کو جمع کیا اور اس کا مالک
۲۔ ربّ القوم = قوم کا سردار ہوا۔
۳۔ ربّ النعمۃ = نعمت میں اضافہ کیا۔
۴۔ ربّب الصبی = لڑکے کی تربیت کی یہانتک کہ وہ سمجھدار ہو گیا
۵۔ ربّ الصبی = " " " "
۶۔ تربّب الرجل الارض = دعوی کیا کہ اسکا مالک ہے
۷۔ ربابۃ = مملکت۔
۸۔ ربّ ۔ مالک و مطاع ۔ مصلح
۹۔ ربّ کل شئی ۔ مالک اور مستحق
۱۰۔ الربیب = منعم
۱۱۔ مربۃ = مملکت
۱۲۔ ربی الاحسان ، ربی النعمہ ۔ ربی الحاجۃ ربی العقدہ ۔ وغیرہ

اب تربیت اور پرورش کی شکلیں ملاحظہ فرمائیے۔

شکل اول

اس سلسلہ میں طنطاوی جوہری نے اپنی کتاب جواہر العلوم میں عجیب و غریب نکتے لکھے ہیں۔

جو اور گیہوں اور دوسرے اس قسم کے دانوں کی بالیاں انسان کی غذا کے کام میں آتی ہیں لیکن ان کے متعلق کسی نے بھی غور نہیں کیا ہے کہ اللہ تعالی (پروردگار عالم) اکیسے ان کی پرورش کر کے کیونکر "بالی" اور منتظم گچھے تک پہونچاتا ہے۔

علمائے طبعیات و زراعت کہتے ہیں کہ ایک بیج زمین کے گہوارے میں اعتدال مزاج سے پرورش پاکر جب پودے کی صورت میں ہو جاتا ہے تو اس جوف میں ایک چیز باریک سوئی کی طرح مخفیہ ہوتی ہے اس میں بارش کا پانی رہتا ہے اور جیسے نطفہ رحم میں مادہ تولید پیدا کرتا ہے، پانی اس چیز میں بھی "پیدا" کرتا ہے اس سے بالیاں پیدا ہوتی ہیں جس طرح بچہ رحم مادر میں رہکر موسم کی سردی اور گرمی سے محفوظ رہتا ہے اس طرح بالیوں کی ابتدائی شکل محفوظ رہتی ہے اور اسکی تدریجی قوت نمو کو مدد ملتی رہتی ہے، ہوا کی موافقت دہوپ کا اعتدال، شبنم اور باد نسیم کی لطافت اس کی حیات اور روزانہ ترقی کی ممد و معاون ہوتی ہے زمین کا مزاج اور پودے کی طبیعت اور

خاصہ بیماریوں کا دفعیہ کرتی رہتی ہیں یہانتک کہ پودا بالکل مکمل ہوکر کام میں آنے کے لائق ہوجاتا ہے۔

شکل دوم
کھجور کے درخت کا پھل بھی عجیب و غریب حکمت و تدبیر پروردگار سے طیار ہوتا ہی درخت عناصر ارضی کا رقیق مادہ لے کر اپنی شاخوں، پتیوں، تنے اور پھولوں، پھلوں تک پہونچاتا ہے۔ خدا کی قدرت اس میں اس طرح کارفرما ہوتی ہے کہ درخت کے ہر جز میں یہ مادہ پورے تناسب کو مدنظر رکھتا ہے پھل جب طیار ہوتا ہے تو یہ مادہ شیریں شکل اختیار کر کے وہاں پہونچتا ہے، جو مادہ غیر شیریں ہوتا ہے وہ شاخوں پتیوں میں جذب ہوکر رہ جاتا ہے۔

شکل سوم
موتی کیونکر طیار ہوتا ہے؟ اس میں کس کی حکمت پرورش کارفرما ہوتی ہے، اس پر بھی ایک نظر ڈال لینا چاہئے۔

موتی ایک دریائی جانور کے پیٹ میں پیدا ہوتا ہے۔ ایک قسم کا مادہ اس جانور کے پیٹ میں داخل ہوتا ہے اور ایک خاص جگہ آکر موتی کی شکل اختیار کرتا ہے، تولید کے مقام سے پہلے ایک جالدار تھیلی ہوتی ہے! اس میں گرد و غبار اور وہ چیزیں آکر رک جاتی ہیں جو موتی کے تولید میں نقص پیدا کرتی ہیں پھر یہ مادہ بتدریج رقت کی شکل چھوڑ کر انجماد کی صورت اختیار کرتا ہی یہاں تک کہ موتی بن جاتا ہی۔

شکل چہارم
انسان کے بچوں کی پرورش و تخلیق بطن میں اس طرح ہوتی ہے کہ:۔
بہت چھوٹے چھوٹے جاندار کیڑے مرد اور عورت کے مادوں کے پہلے باہم ملکر ایک ہوجاتے ہیں پھر ان کا انقسام بحساب ۲-۴-۸-۱۶-۳۲-۶۴-۱۲۸ ہوکر ۹ مہینوں میں ان کا تکملہ ہوتا ہے پھر مادہ رقیق تجاذب و تقسیم اجسام سے آنکھ، ناک، کان، دماغ، جوارح اور جسم کی صورت اختیار کر لیتا ہے عقلیں حیران، فلسفہ سر بہ گریباں اور سائنس انگشت بدنداں ہے کہ وہ کیا چیز اور کونسی طاقت ہی جو تناسب کو پیش نظر رکھتی ہے؟

یہ مسلم ہے کہ بغیر حکیم حکمت اور بغیر مدبر تدبیر کا وقوع محال ہے پس یہ مدبر اور یہ حکیم وہی پروردگار عالم ہے۔

شکلِ پنجم بچوں کی تربیت ماں کے دودھ سے کیونکر ہوتی ہے اور اس میں کیسی حکیمانہ شفقت رافت کارفرمائی کرتی ہے۔ اس کا بیان کم دلچسپی اور تفکر کا نہیں ؟

بچوں کی پیدائش سے پہلے ہی پروردگارِ عالم ان کی غذا دودھ ماں کے سینے میں پیدا کر دیتا ہے بچہ جس قدر بڑا ہوتا جاتا ہے اسی نسبت سے دودھ میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اس سے بڑھ کے یہ ہے کہ دودھ بچے کی طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے غذا بھی رہتا ہے اور دوا بھی یہاں تک کہ اگر کسی بچے کو اس کی عمر کے مناسبت سے علیحدہ کسی دوسری عورت کا دودھ پلا لیا جائے تو وہ موافق نہیں ہوتا بچے کی عمر کے اعتبار سے دودھ پلانے کے ایام بھی ہوتے ہیں۔ شریعت نے اس طبی اصول کے لحاظ سے دودھ پلانے اور چھوڑانے کا وقت مقرر کر دیا ہے جب بچہ غذا کھانے لگتا ہے تو اس کے معدے کے اعتبار سے غذا بھی معین ہوتی ہے اور اس میں زیادہ سے زیادہ خون بننے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ پھر بھی یہ انسان یہی کم ظرف اور ناشکرا انسان اس طرح پرورش پا کر ہوش سنبھالتا ہے، تو خدا کے وجود سے انکار کرنے لگتا ہے فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ

شکلِ ششم کچھ طبی پرورش کا ذکر بھی سن لیجئے۔

ایک بار ایک عجمی طبیب نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ قرآن میں علمِ طب کہاں ہے ؟ آپ نے فرمایا "صرف ایک آیت میں تمام علمِ طب موجود ہے"۔

پوچھا کون آیت ہے۔

فرمایا "كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا" کھاؤ پیو، فضول خرچی مت کرو۔

اس کی تشریح فرمائی کہ :- المعدة بیت کل داء والحمیة راس کل دواء واعط البدن ما عودة "معدہ تمام بیماریوں کا گھر ہے، پرہیز تمام دواؤں کا سرآمد ہے، بدن کو وہ چیز دو جس کا وہ عادی ہے"

حکیم نے یہ سن کر کہا جو شخص اس پر عمل کرے اس کو جالینوس کی بھی ضرورت نہیں۔
طبیبوں کا قول ہے کہ وہ صحت کی مراعات، استعمالِ دوا سے افضل ہے" اس کا یہ مقصد ہے"

کہ اگر صحت اور غذا کا خیال رکھا جائے تو دوا کی حاجت نہیں، پھر کیا ہے کہ جو لوگ مسہل اور استفراغ کی کثرت رکھتے ہیں ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ کثرت مسہل و استفراغ کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کپڑے کا اکثر صابن سے دھونا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کپڑا بہت جلد گل جاتا ہے، یہی حال معدہ کا ہوتا ہے، بعض وقت مسہل زہر اور ناقابل علاج بیماری بن جاتا ہے۔ مسہلیں، اخلاط ردیہ کو جو معدے میں مخفی ہوتے ہیں، حرکت میں لاتے ہیں۔

اطبا کا یہ قول بھی ہے کہ "جب مریض غذا سے اچھا ہو سکے تو اس کو دوا نہ دینا چاہئے، اگر مفرد اور خفیف دوا سے علاج ہو سکے تو مرکب اور قوی دوا دینا نہ چاہئے، غریب اور مجہول دوا سے بھی پرہیز ضروری ہے۔

دیکھو اور سمجھو کہ ان امور میں کس کے دست قدرت کی پرورش شامل ہے۔

شکل ہفتم

تربیت اور تعلیم میں جو اسرار اور رموز ہیں وہ بھی سامنے رکھنا چاہتا ہوں ناظرین "ترجمان القرآن" ان نکات کو دیکھیں اور خدا کی اس توفیق کے سامنے سربسجود ہو جائیں جس نے اپنے بندۂ ناچیز کو اپنا پیام پہنچانے کے کرم سے نوازا ہے اور اس کے رسول پر درود بھیجیں جس کا ادنیٰ غلام کشف رموز و اسرار کی جرأت کرتا ہے، اور اس سوز اور اس گرمی کو محسوس کریں جو خدا نے "ابو محمد مصلح" کے دل میں تعلیم اور تبلیغ قرآنی کے لئے ودیعت کر دی ہے۔ آمدم بر سر مطلب

اللہ تعالیٰ نے "دماغ" کو پیدا کر کے اس کو فکر، خیالی، تذکر، حافظہ، اور حس مشترک کا مرکز بنا دیا ہے۔ اس کا مادہ داخلی گندمی اور خارجی سفید ہوتا ہے۔

دماغ کی مقدار کم سے کم ۱۶ اوقیہ اور زیادہ سے زیادہ ۶۴ اوقیہ ہوتی ہے، جس طرح ہمارے اجسام خلایائے کثیرہ سے مرکب ہیں، اسی طرح دماغ میں لاکھوں خلایا ہیں، ان کی شکلیں چھوٹی چھوٹی مستدیر کی ہوتی ہیں ان کے گرد باریک جھلیاں پائی جاتی ہیں! اللہ تعالیٰ نے ان خلایا کو دماغ کے لئے لوح محفوظ بنا دیا ہے! اس کے ذریعہ سے نفس پر کیفیت سمع و بصر وغیرہ طاری ہوتی ہے۔

ان خلایا میں کچھ قبول محسوسات کیلئے مخصوص ہوتی ہیں اور کچھ غیر محسوسات یعنے تفکر، تعقل تذکیر، قوت ناطقہ وغیرہ کے لئے کچھ ایسی قوتوں کے لئے جن سے صنعت و حرفت، کتابت وغیرہ صادر ہوتی ہیں، ان خلایا میں جن کا تعلق حس صنعت وغیرہ سے ہوتا ہے اگر مختل ہو جائیں تو وہ قوت سلب ہو جاتی ہے تعلیم ناممکن ہو جاتی ہے۔

معلم کی سب سے بڑی فراست یہی ہے کہ اس کو سمجھ کر تعلیم دے، فرض کیجئے کہ ایک شخص کتابت سیکھنا چاہتا ہے لیکن اس کے حروف اور مشق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کچھ مناسبت نہیں تو کوشش بیکار ہے، اسی طرح اور علوم عقلی و نقلی کا حال ہے اس مناسبت اور حکمت کا خالق پروردگار عالم ہے۔

شکل ہشتم تربیت عقول کا بیان اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے :-

حواس خمسہ کی حاکم عقل ہوتی ہے فرض کیجئے کہ ایک شخص دن، دوپہر کو دور سے سراب پانی دیکھتا ہے جہاں تک دیکھنے کا تعلق ہے وہ صحیح ہے لیکن عقل کہتی ہے کہ پانی نہیں بلکہ سراب ہے۔

اسی طرح مصنوعی پھل کے رنگ و روغن کو نظر "پھل" دیکھتی ہے لیکن عقل بتا دیتی ہے کہ یہ پھل نہیں پروانہ چراغ پر گر کر جان دیتا ہے، اس لئے کہ اس نظر پر عقل حکومت نہیں کرتی یہی حال آجکل فلسفہ اور دہریت کے گمراہوں کا ہے کہ ان کا احساس عقل سلیم سے کام نہیں لیتا اور ان کو ضلالت کے جہنم میں گرا دیتا ہے، وہ اپنی رویت کو حقیقی رویت سمجھ لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ عقول کی اور ان کے ذریعہ سے صالح انسان کی پرورش کر کے ان کو صحیح راستہ بتاتا ہے، یہ مسئلہ مزید تفصیل کا طالب ہے کسی آئندہ فرصت کا انتظار کیجئے کہنا یہ ہے کہ تعریف کے لائق تو پروردگار ہی ہے جس کی پرورش اس طرح کائنات میں ساری اور جاری ہے۔

ان مسائل کو اجمالی طور پر بیان کرنے کے بعد دوسرے ٹکڑے پر توجہ کی ضرورت ہے

عٰلمین یعنی جمیع عوالم :-

عوالم تمام کائنات کو حاوی ہے اس کی دو مستقل قسمیں ہیں عالم علوی عالم سفلی عالم علوی میں آسمان، عرش، کرسی، آفتاب، ماہتاب، تارے، سیارے، فرشتے

وغیرہ شامل ہیں تفصیلی اور پیچیدہ مسائل اور مباحث سے بچنے کے لئے ہم صرف فلکیات کو سامنے رکھتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ پروردگار عوالم کی حکمت پرورش ان میں کیونکر جاری ہے۔

انجیل "برنا باس" آسمان اور کواکب وغیرہ کے متعلق جو کچھ ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:-

مسیح کا قول ہے کہ آسمان نو ہیں ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی مسافت اسقدر ہے کہ ایک شخص اگر زمین پر سفر کرنے کے حساب سے چلے تو پانچ سو برس میں پہنچ سکتا ہے اتنی ہی مسافت اور بعد زمین سے فلک اول تک ہے آسمان اول سے زمین کو وہی نسبت ہے جو بالو کے ذرے کو زمین سے ہے اسی طرح فلک اول سے فلک دوم کو۔ علیٰ ہذا القیاس جنت اسی حساب سے تمام کائنات سے بڑی ہے۔ انجیل میں ہے کہ ایک بار جبرئیل مسیح کے پاس آئے ان کے ہاتھ میں ایک آئینہ آفتاب کی طرح چمکتا تھا، اس میں یہ عبارت تھی۔

میں جنت میں اس قدر بڑا ہوں کہ میری نسبت سے آسمان اور زمین تمام کائنات ایک ذرے کے برابر ہیں بلکہ اس سے بھی چھوٹے ہیں"

فلسفہ یونان نے بھی نو آسمان تسلیم کئے علماء اسلام ابن سینا اور فارابی نے سات آسمان مانے ان کے علاوہ کرسی کو فلک ثوابت اور عرش کو فلک محیط تسلیم کیا اور کہا کہ اسی کے تابع حرکت یومیہ اور حرکت افلاک، شرق و غرب ہے۔

اس عقیدہ پر ایک زمانہ گذرا تو اجلہ علما اور حکمائے امت نے محسوس کیا کہ یہ مذہب باطل عقل اور شرع دونوں کے مخالف ہے۔

ان کے خیال میں قرآن کے اندر آسمان کی تعداد محدود اور محصور ہیں مثلاً کوئی شخص کہے میرے پاس کچھ گھوڑے ہیں۔ تو اس کا یہ کہنا اس کے منافی نہیں کہ اس کے پاس کثیر تعداد میں گھوڑے ہیں۔

ان علما نے اس کی بھی مخالفت کی کہ آسمان اور کواکب قدیم ہیں یا ان کو فنا ممکن نہیں ان کی رائے میں زمین کی حرکت اپنے ہی گرد نا قابل تسلیم تھی۔ فلک اطلس کا کوئی وجود نہیں اور کواکب فضا میں حرکت کرتے ہیں۔

یہ رائے چھٹویں اور ساتویں صدی تک مسلم تھی، ترکی حکومت کا دور شروع ہوا تو یہ عقیدہ مسلم ہوا جس کو عام اور خاص سب نے قبول کیا اور اب تک بھی پیش نظر ہے اس کا خلاصہ یہ ہے
یہ تمام عوالم متعدد آفتابوں، ماہتابوں، زمینوں کے تحت میں ہیں پہلے یہ چیزیں منتشر ذرہ ہوں کی طرح سریع الحرکت تھیں ہزاروں لاکھوں برسوں کی حرکت کا نتیجہ یہ ہوا کہ متعدد آفتاب کی تشکیل ہوئی لاکھوں برسوں کے بعد آفتاب سے سیارے بنے ان آفتابوں میں سے ایک آفتاب بھی ہے جو ہم کو روشنی دیتا ہے۔ پھر اسی آفتاب سے ان آٹھ سیاروں کا وجود ہوا یعنے عطارد۔ زہرہ۔ مریخ۔ زمین، مشتری، زحل اور اورانوس، اور نیپتون کا۔

محققین علماء نے معلوم کیا کہ مریخ اور مشتری کے درمیان تقریباً چھ سو چھوٹے چھوٹے ستارے ہیں ان کی مجموعی تعداد بھی چاند کے برابر نہیں ہوتی، ان تاروں میں سب سے بڑے تارے کا نام "سرس" ہے اس کا قطر پانچسو میل سے زیادہ نہیں، ان میں بعض تاروں کا قطر دس میل سے زیادہ نہیں یا ان سے چھوٹے تاروں کا وجود بھی ہے جن کا دیکھنا ممکن نہیں ہے۔

یہ سیارے، سورج کے گرد گھومتے ہیں عطارد اپنا دورہ ۸۸ دن میں، زہرہ ۲۲۶ دن میں مریخ ۳۲۱ دن میں، زمین سال بھر میں، مشتری ۱۱ سال اور ۳۱۳ دن میں، زحل ۲۹ سال اور ۱۶۶ دن میں، اور اورانوس ۸۴ سال اور ۷ دن میں، نیپتون ۱۶۵ سال اور ایک دن میں اپنے دورے پورے کرتے ہیں، ان کے علاوہ بھی آفتاب کے گرد کچھ سیارے ہیں جو ابھی تک معلوم نہیں ہوئے

مصر کے فاضل طنطاوی جوہری نے اپنی تفسیر "الجواہر" میں ایک جدول دیا ہے اس سے ان سیاروں کا بعد سورج سے صحیح اعداد میل میں معلوم ہوتا ہے ناظرین کی دلچسپی کے لئے ہم درج کر دیتے ہیں:۔

	تعداد	اضافہ	مجموعہ + ۹	ملین میل
۱۔ عطارد	۰	۴	۴ × ۹	۳۶۔
۲۔ زہرہ	۳	۴	۷ × ۹	۶۳۔

٣ - زمین	٦	٤	٩ × ١٠	= ٩٠
٤ - مریخ	١٢	٤	٩ × ١٦	= ١٤٤
٥ -	٢٤	٤	٩ × ٢٨	= ٢٥٢
٦ - مشتری	٤٨	٤	٩ × ٥٢	= ٤٤٨
٧ - زحل	٩٦	٤	٩ × ١٠٠	= ٩٠٠٠
٨ - اورانوس	١٩٢	٤	٩ × ١٩٦	= ١٧١٤
٩ - نیتون	٢٨٤	٤	٩ × ٢٨٨	= ٢٥٩٢

یہ حساب سیاروں کے سورج سے بعد کا تقریباً میل کا ہے۔

چونکہ عطارد سورج سے ۳۶ ملین میل کے فرق پر ہے اس لئے اس کا بعد صفر فرض کر لیا گیا
اسی طرح زہرہ ۳، زمین ۶، مریخ ۱۲ یہ طریق تضعیف ہیں، ہر ضعف میں ۴ کا اضافہ کرکے ۹ میں ضرب
دیا گیا اس کا حاصل ملین میل ہوا۔ اسی طرح جب مریخ اور مشتری تک پہونچنے میں تو درمیان میں
تارے ملتے ہیں جو مشتعل نظر آتے ہیں۔

زہرہ اور عطارد زمین سے قریب ترین آسمان کے تارے ہیں، اور سیارے زمین سے بہت دور ہیں
البتہ کواکب ثالث شمار ہے! ہر حال ان میں سے کچھ دوربینوں اور فوٹو گراف کے ذریعہ معلوم کئے گئے ہیں
آفتاب کی روشنی زمین تک ۸ دقیقہ اور ۲۰ ثانیہ میں پہونچتی ہے، اگر اس مسافت کو ہم ۶۱ دن
ریل سے چلکر طے کرنا چاہیں تو تقریباً سو چالیس سال سے کم مدت میں طے نہیں کر سکتے۔

آفتاب کی روشنی بحساب فی ثانیہ ایک سو چھیاسی ہزار میل سفر کرتی ہے۔ آفتاب کی روشنی
کی سرعت رفتار کا موازنہ کرنا ہو تو دوسرے کواکب اور انجم کو سامنے رکھ لیجئے۔

ہمارے قریب ترین ستارے کی روشنی ہم تک ۴ سال میں پہونچتی ہے، شعری عبور کی
روشنی ۹ سال، نسر طائر کی ۱۴ سال، نسر واقع کی ۳۰ سال، عیوق ۳۲ سال، سماک رامح کی ۵۰ سال

میں روشنی پہنچتی ہے ۔

کواکب ثابتہ اپنی روشنی کے اعتبار سے چھ قدروں میں تقسیم کیے جاتے ہیں یہ رائے قدما کی ہے ۔ علمائے جدیدہ نے اس کو ۲۰ تک تسلیم کیا ہے ۔

قدر اول کی روشنی پوری ہے اس میں ۴ تارے ہیں، ان میں سماک رامح وغیرہ ہیں

قدر دوم میں ستاروں کی تعداد ۲۷ ہے، ان میں ایک "سعد سعود" مشہور ہے

قدر سوم میں ۷۱ ہے، ان میں "دبر قدان" بہت مشہور ہے ۔

قدر چہارم کی ۱۸۶ قدر پنجم کی ۶۵۰ قدر ششم کی ۲۲۰۰ ہے اسی طرح تعداد بڑھتی اور روشنی گھٹتی ہوئی قدر بستم تک پہونچتی ہے، اس قدر میں نجوم کی تعداد ۷۶ ملین ہے ان کی روشنی بہت دھندلی اور خفیف ہے ۔ انسان کے علم میں اب تک جتنے ستاروں کی تعداد آچکی ہے وہ ۲۲۴ ملین ہے، اس اجمالی بیان کے بعد انجیل کا قول آسمانوں کے متعلق سمجھنے میں عقول کو حیرت نہ ہونا چاہیے، اس طرح مسلمانوں نے جو کچھ معلوم کیا ہے اور جو کچھ وہ کہتے ہیں ان میں بعید عقلی کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی ۔

چند نکتے

"یورپ" کے اقسام اختراع وایجاد کے ایک پجاری نے ایک بار یہ اعتراض وارد کیا کہ جدید رائے میں کواکب فضا میں حرکت کرتے ہیں ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کواکب کا فضا میں حرکت کرنا نہ تو جدید علماء کے نزدیک ثابت ہے اور نہ قدیم علماء کے نزدیک ۔

قدما نے ثابت کردیا ہے کہ فضا سرے سے موجود نہیں، ان کے نزدیک خلا محال ہے، اس پر یہ دلیل قائم ہوتی ہے کہ ہم لوگ خلا کا تصور کرلیں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کا تصور دماغ میں روشن ہوگا یا تاریک، روشنی اور تاریکی یا تو "عرض" ہونگے یا "جوہر" یا ایک عرض ہوگی اور دوسری جوہر ۔

اگر دونوں جوہر ہیں تو ان کا کوئی عرض ہوگا، اگر دونوں عرض ہیں تو ان کا کوئی جوہر

ہو گا، اگر ایک عرض، دوسری جوہر تو ہمارا مدعا ثابت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ "خلا" کا وجود مستحیل ہے۔

علمائے جدید کہتے ہیں کہ:۔

جو روشنی آسمان سے زمین تک پہنچتی ہے وہ کسی جسم پر محمول ہو گی۔ اس نظریے پر دائرِ ٹیلیگراف کی ایجاد ہوئی ہے۔ لہٰذا وہ سوال باطل اور رد ہو گیا ہے۔

اس قسم کے اور اکثر لاطائل اور لغو اعتراضات ہیں جن کو یورپ پرست بہت اہم سمجھتے ہیں حالانکہ ان کی معمولی وقعت بھی نہیں۔

ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

۱۔ آسمان کو انسان کی آنکھیں صرف ایک دیکھتی ہیں۔

۲۔ مذہب نے سات ۷، اور فلسفہ نے نو مانا ہے۔

۳۔ قدمائے مسلم نے آسمانوں کی تعداد سات بتائی عرش اور کرسی کو شامل کر کے ۹ تسلیم کی، برنابا کی انجیل میں بھی ۹ ہے۔

۴۔ مذہب جدیدہ نے تسلیم کیا ہے کہ قدمائے خدا کی عظمت جس قدر تسلیم کی ہے اس سے بہت زیادہ ہے۔

۵۔ عالم میں خلا نہیں۔

۶۔ آسمان ۷ ہیں اور طبق در طبق ہیں۔

۷۔ مذہب جدید نے ثابت کیا ہے کہ "عالم" اور "کواکب" کو فنا ہے۔

ان مسائل کو پیش نظر رکھ کر دیکھنا چاہئے کہ یہ کہاں تک "قرآنی" اقوال کے قریب ہیں؟

ان مسائل کا ہمارے موضوع سے یہ تعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم علوی میں "کواکب" آفتاب آسمانوں کیلئے مدار خاص مقرر کر کے اپنا تصرف ان میں جاری کیا ہے۔

عالمِ سفلی

عالم علوی کے بعد عالم سفلی میں ہم سب سے پہلے۔

عالم نباتات

کو بحث اور اظہار خیال کے لئے سامنے رکھتے ہیں۔

انسان روزانہ ہزاروں قسم کے پودے، گھاس اور قسم قسم کی نباتات دیکھتا ہے۔ لیکن اس کی عقل یہ سمجھنے سے قاصر ہوتی ہے کہ دنیا میں جتنے نباتات اور درخت ہیں اور ان درختوں میں جتنے پتے ہیں "ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار" ان میں ہزاروں قسمیں ایسی ہیں جن کی خاصیات معلوم ہو چکی ہیں لاکھوں قسمیں ایسی ہیں جو ابھی تک پردہ خفا میں ہیں ان کی صحیح تعداد سوا خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔

طنطاوی جوہری نے اپنی کتاب "نظام العالم والامم" میں لارڈ ایفبری کی ایک تقریر نقل کی ہے، اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

> اے مخاطب! جب تم کسی دریا کے کنارے کھڑے ہو کر نباتات کا جاذب نظر عالم دیکھتے ہو، اور سبز پوشوں کا حسن بیاختہ تم کو کسی اور طرف متوجہ ہونے کی اجازت نہیں دیتا، اس وقت تمہارے دل میں یہ خیال بھی گذرتا ہے کہ ان نباتات میں بھی حرکت ارادی موجود ہے۔ ان میں تمہاری طرح عقل، فہم، احساس تک پایا جاتا ہے۔
>
> یہ تمہارے نزدیک عرصہ سے مسلم ہے کہ نباتات میں حرکت ارادی موجود نہیں بلکہ وہ متحرک بارادۃ الغیر ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ تم نے مبدع کون کی حکمت کا مطالعہ نظر غور سے نہیں کیا ہے، بعض محققین کا اتفاق ہے کہ نباتات میں حرکت ارادی اور احساس دونوں ہیں"

حکمائے اسلام میں علامہ شیرازی اور صوفیہ میں ابن عربی اس خیال کو وسعت دیتے ہیں اور ایک حد تک اس کے قائل ہیں۔

بقول جوہری قرآن کی آیت ربنا الذی اعطا کل شئی خلقہ ثم ھدٰی۔

ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر شئے کو پیدا کر کے ہدایت دی۔

اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ارشاد اور ہدایت کے تحت میں نباتات بھی داخل ہیں کیونکہ ان میں احساس ہے وہ ارشاد اور ہدایت کے مصداق ہیں۔

جوہری کی یہ رائے بہت کچھ ردو قدح کی محتاج ہے۔

اول تو یہ ہے کہ "احساس" کبھی "ادراک" اور شعور کے معنی میں نہیں آتا۔ یہ ممکن ہے کہ جسم نامی یا غیر نامی میں "حس" ہو، لیکن اس میں "شعور" اور "ادراک" کا ہونا ضروری نہیں، دیکھئے، چھوئی موئی اور سنگ مقناطیس میں خاصے کی صورت میں "حس" ہے لیکن اس کو کسی طرح ادراک اور احساس نہیں کہہ سکتے۔

احساس خاصہ حیوان (حیاتدار) اور ادراک و شعور کا خاصہ عقل ہوتا ہے۔

حس کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں اور ان کو معلوم کرنے کے مختلف معیار ہیں جن لوگوں نے اس مسئلہ میں دھوکا کھایا ہے ان کے نزدیک "ہر حس" ادراک ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ آیت کا منشا صرف تعمیم ہے تو اس میں غیر نباتات، حجر، غیر جسم سب شامل ہیں کیونکہ یہ سب خدا کی مخلوق ہیں اور ہدایت کا اطلاق سب پر ہے۔

اب ڈاروِن کے نظریے پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے!

ڈاروِن بھی نباتات میں احساس کیا تھا ادراک کا قائل ہے، دلیل یہ لاتا ہے کہ انگور کے ایسے مکان یا ٹٹی پر چڑھنے والی بیلیں اپنی نمو میں سہل ترین راہ اختیار کرتی ہیں۔

کیا "ڈاروِن" اسی یورپ میں یہ نہیں دیکھا کہ مشینیں اس سے زیادہ حیرت انگیز کام کرتی ہیں لیکن کوئی شخص نہ تو ان کے احساس کا قائل ہے اور نہ ادراک کا۔

"انار" میں دانوں کی تنظیم اور ترتیب کیا انار کی قوت احساس ادراک ہے،، اسکا جواب یہ ہے کہ اس کا خاصہ ہے یہی ہمارا مدعا ہے۔

دنیا میں جتنی چیزیں ہیں نامی غیر نامی جسم غیر جسم، حیوان انسان ان میں کوئی نہ کوئی اثر

اور خاصہ ہوتا ہے اس میں نباتات کو کیا خصوصیت ہے۔

اثر اور خاصیت کے اعتبار سے نباتات کا وجود حیرت انگیز ہے اس میں کس کو کلام ہے
شیخ ابو اسحٰق نباتی نے چھتیس سال جنگلوں میں رہکر نباتات کے خواص پر دو ضخیم
جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہے جو اب مفقود ہے بعض کتابوں میں اس کے حوالے ملتے ہیں ان سے
اتنا معلوم ہو جاتا ہے کہ ابھی یورپ کے مکتشفین اور ہندوستان کے بوس بابو اس حد تک نہیں
پہونچے ہیں۔ اسی سلسلہ میں بعض نباتات کا ذکر اہل یورپ اس طرح کرتے ہیں گویا کسی حسب منا
احساس و ادراک کا تعارف کراتے ہیں مثلاً:۔

۱۔ ڈندیس Dandelion ایک گھانس کا نام ہے، ابتداءً وہ سر جھکائے
ہتی ہے لیکن جب اس میں کلیاں نکلتی ہیں تو اپنا سر اٹھاکر (بادنسیم) ہوا کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔
علیٰ ہٰذا القیاس اس کے اور عجائب و غرائب ہیں۔

۲۔ فلیسیر یا پیرل Falio nirla spinal، اس میں کلیوں کی تقسیم نر اور
مادہ کے طور پر ہوتی ہے، اس کے ضمن میں اور عجائبات بھی ہیں اور ہزاروں قسم کی گھاس ہیں جنکی
خاصیتیں عجیب و غریب ہیں:۔

حیران ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں؟

یہ رب العالمین کی پرورش ہے کہ وہ انکو اس طرح پالتا ہے کہ عقلیں حیران اور فلسفہ سر گردان
ہے اور کنہ سمجھنے سے عاجز ہیں۔

عالم نباتات میں بعض درخت ایسے بھی دریافت ہوئے ہیں کہ خلقت انسانی سے پہلے
ان کا وجود دنیا میں ہے وہ اب تک سر سبز و شاداب ہیں۔

اب اسکے بعد عالم حیوانی کا ذکر زیادہ دلچسپ صورت میں سامنے آتا ہے:۔

عالم حیوانی

حیوان کے تین قسمیں ہیں۔

۱۔ جو نہ تو توالد و تناسل سے پیدا ہوتے نہ انڈا دیتے ہیں۔

۲۔ جو انڈے دیتے ہیں اور ان کو سے کر بچے نکالتے ہیں طیور وغیرہ۔

۳۔ وہ جو بچے دیتے ہیں اور دودھ پلاتے ہیں۔

یہ تمام جانور غیظ و غضب، صبر و ضبط اور دوسرے طبائع میں بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ ان کی تفصیل کی ضرورت نہیں، البتہ بعض حیوان کا ذکر اس جگہ ضروری ہے۔

لارڈ جان لیک نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے اس کا کچھ اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ ایک جانور (کیڑا) "مرجان" نام کا ہوتا ہے، جو انڈے سے پیدا ہوتا ہے اور پھر اس میں سالانہ نمو ہونے لگتا ہے اور بتدریج بڑھتا ہے، پھر اس میں سالانہ نمو ہونے لگتا ہے معلوم ہوا ہے کہ یہ جانور ہزاروں سال تک زندہ رہتا ہے۔

۲۔ ایک کیڑا ایسا ہوتا ہے جو کچھ دنوں تک ایک رہتا ہے پھر اس کے بعد اس کے جسم کے دو حصے بیچ سے علٰحدہ معلوم ہوتے ہیں، وہ دونوں دو مستقل کیڑے بن کر زندہ رہتے ہیں۔

یہ کیڑے ایک حد تک بالکل محروف ہیں، جو محروف ہیں ان میں چیونٹیوں پر نظر کرنے سے ان کے حیرت انگیز خصوصیات معلوم ہوتے ہیں۔

چیونٹی

صیبر و لورل کوک۔ وسائن کے ایسے محققین نے چیونٹی کے متعلق حسب ذیل معلومات بہم پہنچائے ہیں۔

چیونٹی کی قسمیں ایک ہزار سے زیادہ ہیں، ان میں ہر قسم دوسری قسم کے مقابلے میں خاص صفت رکھتی ہے۔ فضلائے موصوف بیان کرتے ہیں کہ ایک قسم کی چیونٹی "شغال" کہی جاتی ہے تمام چیونٹیاں علٰحدہ علٰحدہ نظام کی تابع ہوتی ہیں۔

ان میں فوج، سپہ سالار، بادشاہ سب ہوتے ہیں، فوجوں کی ترتیب باقاعدہ ہوتی ہے چیونٹیاں اپنی ملکہ کے چشم ابرو کے اشاروں پر چلتی ہیں اور اپنی جان سے دریغ نہیں کرتیں ان کے رہنے کے دیہات شہر تک ہوتے ہیں، ان کا دیہات پانچ ہزار چیونٹیوں کا مسکن ہوتا ہے،

انسان کو اس چیونٹیوں سے اتحاد و اتفاق، ہمدردی، مواخاۃ کا سبق حاصل کرنا چاہئے، اور چیونٹیوں میں کبھی رنگ اور قومیت، مکان اور مقام کی غیریت کی وجہ سے لڑائی نہیں ہوتی دو چیونٹیاں آمنے سامنے آتے ہوئے ہمیشہ ملتی ہیں اور باہم مصافحہ کرتی ہیں، کوئی چیونٹی زخمی یا بیمار ہوتی ہے تو اور چیونٹیاں اس کا علاج اور عیادت کرتی ہیں اس قسم کی اور بہت باتیں ہیں جن کا ذکر موضوع کو طویل کردیگا۔

اسی طرح شہد کی مکھیاں اور دوسرے حشرات اور حیوانات میں کچھ نہ کچھ خصوصیت ضرور ہے رب العالمین ان سب کی پرورش کرتا ہے اور کسی خصوصیت میں فرق آنے نہیں دیتا۔ یہ ایک مستقل بحث ہے کہ ان کو دشمنوں سے کیونکر محفوظ رکھتا ہے۔ اس کی یہاں ضرورت نہیں اب اس کے بعد "عالم کبیر" انسان کا اجمالی ذکر ہے اس کے بعد یہ مضمون کا حصہ ختم ہوجائیگا۔

انسان

انسان ابداع اور ایجاد کا آخری نقطہ ہے، مخلوقات میں فضیلت اور بزرگی کا تاج اسی کے سر پر رکھا گیا، خدا کی امانت کا بوجھ اٹھانے کے لئے اسی کا دوش مناسب ہے۔ اس انسان کو بعض علماء نے ذیل کی چار قسموں پر تقسیم کیا ہے۔

۱۔ شعرا۔ ۲۔ اہل ریاضی۔ ۳۔ علمائے تشریح۔ ۴۔ علمائے فلسفہ والہیات وغیرہ۔

۱۔ **شعرا**۔ وہ ہوتے ہیں جو فطرت اور قدرت کے چھپے ہوئے راز معلوم کرکے صاحبان احساس کے سامنے پیش کرتے ہیں، وہ روح کی چھپی قوتِ وجدانی و کیفیت کو حرکت میں لاتے ہیں

۲۔ **اہل ریاضی**۔ کہتے ہیں کہ ہر ظاہر کا باطن ہوتا ہے اس کو دنیا کے سامنے رکھکر عقول کو استخراج نتائج اور اسی پر مائل کرتے ہیں مثلاً ۲۔ ایک عدد ہے دوسری عدد بھی ۲ ہے یہ دونوں عدد اپنی جگہ پر کچھ نہیں لیکن جب دو کو ۲ میں ضرب دیں گے یا جمع کریں گے تو اسی عمل سے چھپی ہوئی عدد چار ظاہر ہوجائیگی، یہ علم شعرا کی نزاکت اور توہم سے ممتاز ہے اور دنیا کو تخیل کے گہرائی سے نکالکر عمل کی سطح پر لاتا ہے۔

ان سے بھی آگے ایک طبقہ ہے جو قدرت اور مخلوقات کے عجائبات پر غور کرتا ہے۔ یہ درخت

کیا ہیں؟ پتیوں کے کیا فائدے ہیں؟ آفتاب اور ماہتاب کے سیر اور دور کا کیا حساب ہے؟ انسانی

اور حیوانی اعضاء کی ساخت میں کیا کنہ ہے؟ وغیرہ وغیرہ یہ لوگ

۳۔ ماہرین تشریح کہے جاتے ہیں، ان کو شعراء ریاضی دانوں پر ترجیح ہے۔

جہاں ریاضی دان، شعراء، ماہرین تشریح تھک کر بیٹھ جاتے ہیں وہاں:۔

۴۔ علمائے فلسفہ و الٰہیات سامنے آتے ہیں اور دنیا کو وہ تمام رموز اور نکات بتا دیتے

ہیں جن پر ہستی اور معرفت حقائق کا انحصار ہے، یہ تمام موضوع نہایت دلچسپ اور تفصیلی بحث و

تحقیق کے طالب ہیں لیکن ہم صرف معمولی اجمال پر اکتفا کرتے ہیں۔ دیکھو کر رب العالمین کی

قدرت پرورش اس عالم کبیر میں بھی کس طرح جاری ہے باوجودیکہ انسان اپنی خصوصیات میں

تمام ہستی پر حقیقت رکھتا ہے، وہ عقل عمل کا بادشاہ ہے لیکن وہ اپنے وجود، اپنی نشو و نما

ترقی میں محتاج ہے اسی کا جو تمام عوالم کا "رب" ہے پس تعریف کا مستحق تمام عوالم کا پروردگار

ہے نہ کہ فانی جس کو اپنے اوپر بھی معمولی قدرت نہیں۔

لفظ اللہ کی بحث و تحقیص میں رہا جاتا ہے اس پر بھی اس سلسلہ میں اجمالی نظر ڈالنے

ضرورت ہے۔ اللہ اسم ذات ہے اور موصوف ہے۔ رب العالمین اسم صفت ہے جب صفت

کا بیان ہو چکا تو اس سے موصوف کی عظمت کا مرتبہ آشکارا ہو گیا۔ اس لفظ پر علماء ظاہر (مفسرین)

اور علمائے باطن (صوفیہ) بہت کچھ لکھ چکے ہیں اور باقتضائے "شب ہم آخر شد و افسانہ زلفش باقیست"

بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے پھر بھی اس کی حقیقت سمجھ میں نہیں آ سکتی وہ انسان اس ذات کو اور

اس کی حقیقت کو کیا سمجھے گا جو ابھی تک اپنی حقیقت پہچان نہیں سکا ہے۔

بہر حال اتنا سمجھئے کہ یہ "لفظ" اپنی جگہ بے مثل رکھتا ہے یعنی دنیا کی کسی زبان اور کسی

مذہب میں اسم ذات موجود نہیں بلکہ ہم صفت میں بعض ضدی طبائع نے ثابت کرنے کی

کوشش کی ہے لیکن چند مغالطوں یعنی ہٹ دھرمی کے سوا کچھ کر نہ سکے۔ ہمارا ایک رسالہ

اس موضوع پر موجود ہے جو طبع اور اشاعت کے لئے توفیق کارساز کا منتظر ہے۔

اس جگہ ایک معمولی اور سطحی بات یہ سن لیجئے کہ:۔

مخرج و صورت کے اعتبار سے یہ لفظ سہل ترین ہے جس کو ہر ملک اور ہر ملت کا شخص بلکہ وہ چھوٹا بچہ جو ابھی بولنا سکھتا ہے اور بولنے کی کوشش کرتا ہے آسانی سے بول سکتا ہے تالو، زبان سے بہ نسبت اور حصہ کے زیادہ قریب ہے، آواز بھی پہلے اندرون حصہ سے نکل کر بہ تدریج باہر آتی ہے۔ یہ دوسری بحث ہے۔

دیکھو! اس لفظ کی عالمگیری بتاتی ہے۔ کہ یہ اسم ذات "دنیا کی مالک ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت

جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اس کو دہرا ثواب ملتا ہے ایک تو پڑھنے کا دوسرا اس کے دیکھنے کا۔ اور ہر حرف کے بدلے دس دس نیکیاں اس کے اعمالنامے میں لکھی جاتی ہیں اور دس دس بدیاں دور دور ہوتی ہیں۔ نیز آنکھ کی روشنی تیز ہوتی ہے۔ اور وہ آنکھ دنیا کی مصیبت میں کبھی مبتلا نہیں ہوتی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اُصولِ سیاست و اخلاق و قانون

یَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

(مولانا ابوالاعلیٰ مودودی)

یہ نہ سمجھا جائے کہ میں کلام الٰہی کے الفاظ کی برکت و تاثیر کا منکر ہوں جب میں اس پر ایمان رکھتا ہوں کہ قرآن مجید کا ہر لفظ اور ہر حرف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو میں اس کے سراپا خیر و برکت ہونے اور اس کے موثر اور کارگر ہونے سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں۔ مگر میرا اعتقاد یہ ہے کہ الفاظ قرآنی کی برکت و تاثیر ایک ضمنی فائدہ ہے تنزیل کا اصل مقصود نہیں ہے تنزیل کا اصل مقصود حکمت کی تعلیم، صراط مستقیم کی طرف ہدایت، تاریکیوں کو چھانٹ کر نورِ حق اور روشن علم پھیلانا، دلوں کو نجاستوں سے پاک کرنا، نیکوکاروں کو مژدہ سنانا، بدکاروں کو ڈرانا اور بنی آدم کو زندگی بسر کرنے کے ایسے طریقے سکھانا ہے جن پر چل کر وہ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی اور فلاح حاصل کر سکیں جو لوگ اس حکمت کو سمجھیں ٹیڑھے راستوں کو چھوڑ کر سیدھے راستہ پر لگ جائیں، تاریکی سے نکل کر روشنی میں آجائیں، دلوں کو غیر حق کی محبت اور غیر حق کے خوف سے پاک کریں اور اس طرح کی زندگی بسر کریں جس کی تعلیم قرآن مجید نے دی ہے ان کے لئے قرآن کا ہر لفظ اور ہر حرف اپنے اندر برکت اور تاثیر رکھتا ہے، وہ کلام الٰہی کے تمام فوائد و منافع سے متمتع ہو سکتے ہیں، وہ جس چیز کی طرف بڑھیں گے کامیابی ان کا استقبال کرے گی، مقصود خود ان کا قصد کرے گا، مطلوب خود ان کا طالب ہوگا۔ وہ سراپا مومن بن جائیں گے ان کی نظر کیمیا اثر ہو جائے گی ان کی زبان سے جو کچھ نکلے گا تیر بہدف ہوگا، تمام عناصر ان کے لئے مسخر ہو جائیں گے مگر جو لوگ قرآن کی تعلیم سے بے بہرہ، اس کی ہدایت اس کی روشنی سے محروم اس کے بتائے ہوئے اصول و قوانین سے منحرف ہیں، ان کا محض قرآن کے الفاظ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنا، بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی

بادام کا مغز الگ کرکے صرف اس کا چھلکا زمین میں بودے۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ تمام عمر اس کو پانی دیتا رہے گا تب بھی اس چھلکے سے بادام کا درخت نہ نکلے گا۔

آجکل لوگ قرآنی آیات کو مختلف دنیوی مقاصد کے لیے پڑھتے ہیں، اور ہزاروں تسبیحیں پڑھ ڈالتے ہیں، مگر کامیاب نہیں ہوتے! اسکی وجہ یہی ہے کہ وہ مغز کو چھوڑ کر چھلکے بوتے ہیں اور انہیں پانی دیکر امید رکھتے ہیں کہ بار آور ہوں گے۔ آیات قرآنی کے الفاظ انکی زبان سے[1] ادا ہوتے ہیں۔ مگر ذہن ان کے معنی و مفہوم سے ناآشنا ہوتا ہے۔ دل میں اللہ کے بجائے غیر اللہ بسا ہوا ہوتا ہے نیت میں خلوص کے بجائے کھوٹ ہوتا ہے، ارادوں اور خواہشوں میں پاکیزگی کے بجائے نجاست ہوتی ہے۔ رگوں میں وہ خون دوڑتا ہوتا ہے۔ جو ناجائز طریقوں سے کمائی ہوئی غذا سے پیدا ہوا ہے جسم کا ہر حصہ ان خلاف احکام قرآن حرکات پر گواہ ہوتا ہے۔ جن میں اس نام نہاد عامل نے اس کو استعمال کیا ہے اور خود وہ زبان جس سے قرآنی الفاظ جاری ہیں، شب و روز جھوٹ، غیبت، بدکلامی اور فحش گوئی سے آلودہ ہوتی رہتی ہے۔ کیا کوئی عقلمند یہ بات باور کر سکتا ہے کہ اس طریقے سے قرآن کی کسی آیت کو پڑھ کر کوئی فائدہ حاصل کرنا ممکن ہے؟

اگر کوئی شخص بیماری میں بدپرہیزی کرے، طبیب کی ہدایت پر عمل نہ کرے۔ جو دوائیں طبیب نے بتائی ہیں ان کو استعمال بھی نہ کرے، اور صرف نسخے کو سامنے رکھکر ہر دوا کا نام دو دو ہزار مرتبہ پڑھ لیا کرے، تو تم بے تکلف حکم لگادو گے کہ اس کا اس طریقے سے شفا یاب ہونا محال ہے پھر جب ایک شخص قرآن کو نہ سمجھتا ہے، نہ اس کے احکام پر عمل کرتا ہے بلکہ اس کی ہدایات کی خلاف ورزی کرتا ہے اور صرف اس کے الفاظ سے برکت اور تاثیر حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کی

لہ صرف یہی نہیں بلکہ بسا اوقات قرآن مجید کی آیات ایسے مقاصد کیلئے پڑھی جاتی ہیں جو خود ان آیات کے مفہوم و معنی اور ان کی تعلیم کے بالکل خلاف ہوتی ہیں۔ مثلاً آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ (۲ : ۲۰) کو عموماً اس لئے پڑھا جاتا ہے کہ پڑھنے والا جس شخص کی محبت میں گرفتار ہے یا جس سے کوئی غرض رکھتا ہے اس کو اپنی محبت میں گرفتار کرے۔ حالانکہ یہ مقصد خود اس آیت کے معنی کے بالکل برعکس ہے آیت کے معنی تو یہ ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا شریک بنا لیتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں (بقیہ برصفحہ ۲۴)

ناکامیابی کا الزام لگانے میں تمہیں کیوں تامل ہے۔

دنیا عالم مکافات ہے۔ یہاں خدا کا مقرر قانون یہی ہے کہ جیسا کرنا ویسا بھرنا۔ اور یہ وہ قانون ہے جس کو ہم میں کا ہر ایک شخص جانتا اور اپنی زندگی کے ہر شعبے میں اسی پر عمل پیرا ہے ایک کسان نے باپ دادا سے زراعت کے جو طریقے سیکھے ہیں ان کو وہ سمجھتا ہے، ان کے مطابق عمل کر کے دن کی بھری دھوپوں میں ہل چلا کر زمین تیار کرتا ہے، تخم پاشی کرتا ہے، پانی دیتا ہے راتوں کو جاگ جاگ کر کھیتی کی حفاظت کرتا ہے، تب کہیں فصل تیار ہوتی ہے اور وہ اس کو کاٹ کر کھلیان کر کے، اپنی محنتوں کے پھل سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ ایک تاجر نے سوداگری کی دنیا میں چل پھر کر جو علم، تجربہ، اور سبق حاصل کیا ہے اس سے وہ کام لیتا ہے، اپنے لئے کاروبار کے مواقع تلاش کرتا ہے، اپنا روپیہ لگاتا ہے، اپنی عقل اور ذہانت صرف کرتا ہے، شب و روز اپنی سوداگری کو فروغ دینے کی فکر میں لگا رہتا ہے دماغ سے تدبیریں سوچتا اور ہاتھ پاؤں سے محنت کرتا ہے۔ تب کہیں اسے فائدہ کی صورت نظر آتی ہے۔ ایک کاریگر اپنے فن کی تحصیل میں محنتیں برداشت کرتا ہے۔ پھر مواد خام مہیا کر کے اس پر اپنی ذہانت محنت صرف کرتا ہے۔ ناکارہ چیز کو کارآمد بناتا ہے، اور ان لوگوں تک اسے پہنچاتا ہے جن کو اس کی حاجت ہوتی ہے، تب کہیں اسے اپنی محنت کا اجر حاصل ہوتا ہے۔ غرض ہر شخص اپنی اپنی جگہ

بقیہ حاشیہ (صفحہ ۴۱) جیسی اللہ سے کرنی چاہئے، حالانکہ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔ مگر پڑھنے والا اس آیت کے معنی سے بے خبر اس کی تعلیم سے ناواقف ہوتا ہے۔ وہ ہمہ تن ایک دوسری ہستی کی محبت میں سرشار ہو کر آیت کو پڑھے چلا جاتا ہے اور نہیں سمجھتا کہ جو کلام پاک اس کی زبان پر جاری ہے وہ اسے غیر کی محبت چھوڑ کر اللہ کی محبت کی دعوت دے رہا ہے۔ جن بزرگوں نے عمل حب کے لئے اس آیت کو منتخب کیا، اللہ ان پر رحمت فرمائے انھوں نے دنیا میں محبت کا کیسا لاجواب نسخہ قرآن حکیم میں تلاش کیا تھا کہ جب تم سب مطلوبوں کی طلب اور سب محبوبوں کی محبت چھوڑ کر رب العالمین کے عاشق بن جاؤ گے تو رب العالمین بھی تمہارا عاشق ہو جائیگا۔ مگر خدا جہل و نادانی کا برا کرے کہ لوگوں نے اس حکمت اور اس حقیقت کو نہ سمجھا، اور اللہ کی محبت کے بجائے غیر اللہ کی محبت حاصل کرنے کے لئے اس آیت کو پڑھنے لگے

سمجھتا ہے کہ جو مقصد اس کے پیش نظر ہے وہ بغیر اس کے حاصل ہونا ممکن نہیں ہے کہ پہلے حصول
مقصد کے طریقے معلوم کئے جائیں اور واقفیت ہم پہونچانے کے بعد ان طریقوں پر محنت توجہ
اور انہماک کے ساتھ عمل کیا جائے۔ پھر اگر کسی فن اور کسی پیشے کے اصول اور طریقے کسی
کتاب میں لکھے ہوں تو کوئی بھی اس کے معنی یہ نہیں سمجھتا کہ اس کتاب کا نفس وجود اس کام کو
انجام دے دیگا جس کے لئے وہ لکھی گئی ہے اور اس کے الفاظ انسان کی سمجھ بوجھ اور سعی و عمل کی
جگہ لیکر خود بخود نتیجے اور فائدے پیدا کرتے چلے جائیں گے۔ مثلاً فن زراعت پر جو کتاب لکھی گئی
ہو اس کے متعلق ہر شخص یہی سمجھیگا کہ اس میں زراعت کے اصول اور طریقے لکھے گئے ہیں کہ جو لوگ زراعت
پیشہ ہیں وہ انھیں سمجھیں اور ان کے مطابق کاشت کریں۔ لیکن کسی احمق سے احمق کاشتکار
کے ذہن میں بھی یہ خیال نہیں آسکتا کہ اگر فن زراعت کی کسی مستند و معتبر کتاب کو خرید کے
وہ اسے روزانہ پڑھ لیا کریگا تو قلبہ رانی تخم ریزی، آبپاشی اور دوسری تمام مشقتوں سے
بچ جائیگا کھیتی آپ سے آپ تیار ہو جایا کرے گی اور وہ مزے سے بیٹھا غلہ کھایا کریگا۔ اسی طرح
جو کتاب فن تجارت کے گر اور کامیابی حاصل کرنے کے طریقے سکھانے کے لئے ہے وہ اس
شخص کے لئے مفید ہو سکتی ہے جو تجارت کرے اور اس میں ان اصولوں اور طریقوں کو
برتے، مگر کوئی بے وقوف سے بے وقوف سوداگر بھی اتنا بے وقوف نہ ہوگا کہ اس کتاب کو
خرید کر دکان بند کر دے، لین دین چھوڑ دے مگر بیٹھ کر صرف اس کتاب کو پڑھ لیا کرے
اور یہ سمجھ لے کہ کاروبار خود بخود چلے گا، اور لچھمی اس کے گھر دوڑی چلی آئے گی۔

جب زندگی کے تمام معاملات میں ہم اس قانون کو کارفرما دیکھتے ہیں، جب ہمارا
تجربہ ہے کہ حصول مقصد کی شرائط میں سے ایک شرط بھی اگر پوری نہیں ہوتی تو مقصد حاصل نہیں
ہوتا جب ہم جانتے ہیں کہ نتائج کے رشتے اسباب کے ساتھ وابستہ ہیں، اور اس عالم اسباب
میں کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ الفاظ عناصر کی جگہ لے لیں۔ وہم و خیال قوت و توانائی کا
بدل مہیا کر دے، اندھا اعتقاد عقل و فہم اور علم و بصیرت کی کمی پوری کر دے، اور سکون

ممدود سے وہ نتائج ظاہر ہوں جو سعی و عمل پر منحصر ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہم مذہب کے معاملہ میں خدا کے اس اٹل قانون کو کارفرما نہیں سمجھتے؟ اور یہاں آکر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ خدا نے قرآن مجید کو نازل فرما کر ہمیں فکر و ہوش سے بے نیاز اور محنت و کوشش کے بارے سبکدوش کر دیا؟

یقیناً یہ کتاب سراپا رحمت و برکت ہے مگر ان کے لئے نہیں جو سرے سے اس کا اتباع ہی نہ کریں۔ یقیناً یہ نور اور روشنی ہے مگر ان کے لئے نہیں جو اس کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں یقیناً یہ ہادی اور رہنما ہے مگر ان کے لئے نہیں جو نہ اس سے راستہ پوچھیں اور نہ اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں یقیناً یہ دنیا اور دین کی کامیابیاں حاصل کرنے کے لئے فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا بنایا ہوا قانون ہے مگر جو اس قانون پر عمل ہی نہ کرے اسے کامیابی کی امید کرنے کا کیا حق ہے؟ یقیناً یہ حکیم مطلق کا بنایا ہوا دستور العمل ہے جس سے انسان کو بیشمار فوائد و منافع حاصل ہو سکتے ہیں، مگر ان فوائد و منافع میں سے وہ شخص کیا حصہ پانے کی امید کر سکتا ہے جو نہ یہ جانتا ہے کہ اس دستور العمل میں کیا ہدایات دی گئی ہیں اور نہ اس کو اپنی زندگی کا دستور بنانا چاہتا ہے؟ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ (۸۱: ۲۷، ۲۸)

میں سمجھتا ہوں کہ یہ تقریر میرے مدعا کو واضح کرنے کے لئے بالکل کافی ہے میں دراصل یہ بات ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ گو قرآن مجید کی صداقت پر ایمان لانا، توحید، رسالت، ملائکہ، کتب آسمانی اور یوم آخر پر اعتقاد رکھنا، الفاظ قرآنی کی تلاوت کرنا، اور بعض فرائض جس طرح بھی برے بھلے طور سے ادا ہو سکیں ادا کر لینا، مسلمان ہونے کے لئے کفایت کرتا ہے لیکن یہ اسلام کا کم سے کم درجہ ہے اور اس دینی و دنیوی فلاح و کامرانی کو پہنچنے اور دنیا و آخرت میں اس بزرگی، بالاتری، علو اور رفعت پر سرفراز ہونے کے لئے ہرگز کافی نہیں ہے جس کا وعدہ اللہ نے مسلمانوں سے کیا ہے اگر مسلمان اس کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں سب سے پہلے قرآن کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اس کی تعلیم کو سمجھنا چاہئے اور یہ معلوم کر لینا چاہئے کہ وہ دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے کونسا دستور العمل پیش کرتا ہے پھر رسول اکرم

اور آپ کے صحابہ کی زندگی پر نظر ڈالنی چاہیئے کہ انہوں نے اس تعلیم اور اس دستور العمل کو کس طرح سمجھا اور کس طرح اپنے آپ کو اس کا عملی نمونہ بنایا۔ ہر شخص اپنی بساط، اپنی استعداد اور اپنی حد علم کے مطابق جہاں تک اس کا مطالعہ کر سکتا اور اس کو سمجھ سکتا ہے، اس کو مطالعہ کرنا اور سمجھنا چاہیئے۔ اور پھر کوشش کرنی چاہیئے کہ جس حد تک ممکن ہو وہ اس ہدایت پر چلے جو قرآن اور سنت رسول و اصحاب رسول سے اس کو حاصل ہو۔ اس علم اور عمل میں ایک شخص جتنی کوشش صرف کریگا اتنی ہی فلاح و کامرانی اسے حاصل ہوگی، اور جو کوشش نہ کریگا اس کو کامیابی بھی حاصل نہ ہوگی اور اس ناکامی کی ذمہ داری قرآن اور اسلام پر نہیں بلکہ خود اس کی بے علمی اور بے عملی پر ہوگی۔

قرآنی حقوق کا کون محافظ ہے

دنیا ترقی ترقی کی آواز سے گونج اٹھی ہے فضائے آسمان میں سائنس کی کرشمہ سازیاں نظر آنے لگی ہیں زبانیں علوم و فنون کی توصیف میں رطب اللسان ہیں۔ اور معلوم نہیں کاغذ کا کتنا بڑا انبار تمدن و تہذیب کے مظاہروں سے ہر روز سیاہ ہوتا ہے۔

پرائمری تعلیمگاہوں سے لے کر اعلیٰ ایجوکیشنل کے ہر ادارے کے اندر انسانوں کی لکھی ہوئی کتابوں کی تعلیم لازمی قرار پا چکی ہے اور چھوٹے بڑے ڈپلوموں کا جمع کرنا سرٹیفکٹ کا درجہ حاصل کر چکا ہے حکومتوں کے لئے نظام سلطنت قوانین سلطنت اور اس کے قائم رکھنے کے لئے سب کچھ قربان کر دینے والوں کا کون شمار کر سکتا ہے، چھوٹی چھوٹی عدالتوں اور ہائیکورٹ اور پریوی کونسل کے اختیارات اور ان کے ذریعہ سے انسانی حکومتوں کے چلانے اور انسانی قوانین کے منوانے کے لئے جو کچھ کیا جاتا ہے اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے لیکن خدارا کوئی بتائے کہ آخر قرآنی علوم و فنون قرآنی اخلاق و قرآنی تہذیب و تمدن قرآنی حکومت اور قرآنی قوانین کی حفاظت کے لئے بھی کوئی جماعت کہیں ہے۔ ؟؟؟ مصلح۔

قرآنی کلچر

مدیر

فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا۔ عموماً ہر انسان اور خصوصاً قوم مسلم کی فطرت کا دوسرا نام قرآن ہے اور قرآن مجید اسی فطرت کو ابھارتا، اس کی نشو ونما کرتا اور اس کی پرداخت کرکے دین ودنیا دونوں کی فلاح وبہبود بخشتا ہے پس جس طرح ہر قوم اور ہر ملک کے لئے ایک خاص تربیت وپرداخت ہے اسی طرح قرآن والی قوم کے لئے قرآنی سانچے میں ڈھالنے اور قرآنی تربیت وپرداخت کے اندر اٹھان لینے کا انتظام قدرت کی طرف سے کیا گیا ہے اسی لئے اگر کوئی پوچھے کہ مسلمانوں کا کلچر کیا ہونا چاہئے تو اس کا صحیح اور مکمل جواب اس کے سوا دوسرا نہیں ہو سکتا کہ قرآن!

ہر قوم اور ہر ملک کے لوگ اپنے کلچر کو بہتر بنانے اور قائم رکھنے کے لئے خاص اہتمام سے کام لیتے ہیں، اپنی تعلیم گاہوں میں اس کا انتظام کرتے ہیں۔ اپنے بچوں کو اسی کی تعلیم دلاتے ہیں، نہیں مختلف قسم کی سوسائٹیوں کے ذریعے اس کی ترقی اور بقا کے لئے جد وجہد کرتے ہیں الغرض ہر طرح سے اپنی قومیت اور اپنی حکومت کا اسی کو طرۂ امتیاز بخشتے ہیں۔ اس لئے اگر مسلمانوں کو بھی اپنی خصوصیات کا اظہار مقصود ہے تو قرآن ہی ہے جس کے مصحف میں اپنے خد وخال کو درست کرنا چاہئے۔

جس قوم اور جس ملک کا کلچر جس قدر پائدار اور اعلیٰ ہوگا اسی قدر اس کو دوسری قوم اور دوسرے ملک والوں پر فضیلت حاصل ہوگی، اس لئے خدائے بزرگ وبرتر نے جس قوم کو خیر امت کے مبارک اور امتیازی خطاب سے سرفراز کیا اس کا منشا بھی یہ ہو کہ اس قوم کا کلچر وہ کلچر ہو جو دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک کے لئے نمونہ اور قابل قبول بن سکے کیونکہ کلچر کسی غیر فطری اور وقتی نہیں بلکہ وہبی اور دائمی ہے بلکہ عین فطرت انسانی کے مطابق بھی۔

مسلمانوں کے عادات واطوار، عقاید واخلاق، تربیت وتعلیم، علم وفن، صنعت وحرفت وغیرہ

غرض کہ ہر قومی خصائص کی ساخت و پرداخت میں اور ان کی تہذیب و تمدن کے ہر گوشے میں جس کلچر کا نمایاں طور پر غلبہ ہونا چاہئے وہ وہی ہو جس کو قرآنی کلچر سے تعبیر کیا جا سکے۔

ہر قوم اور ہر ملک کے لوگ اپنے اپنے پسندیدہ اور اختراع کئے ہوئے کلچر میں رنگے ہوتے ہیں لیکن مسلمانوں کے لئے اللہ نے اپنا رنگ اختیار کیا ہے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغہ

قرآن والی قوم قرآنی سانچے میں یعنی خدائی سانچے میں ڈھل کر جس اعلیٰ و ارفع شان مظہر ہونی چاہئے اس کے بیان کی ضرورت نہیں اور اس کو معلوم ہی کرنا ہو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی زندگی عبادت کا مطالعہ کرنا چاہئے یا بصیر قرآن مجید کی صحیح تلاوت کرنی چاہئے۔

زبان کو کلچر کے اندر بہت بڑا دخل ہوتا ہے اور مختلف ممالک اور مختلف قوموں کی عموماً زبانیں بھی مختلف ہوتی ہیں اسی لئے ان کا کلچر بھی جدا جدا ہوتا ہے لیکن اگر ایک ہی زبان کی قوم او کسی ملک کے اندر رائج ہوتی ہے تو ان سب کا کلچر بھی ایک ہی ہوتا ہے اور قرآن چونکہ دنیا کی ہدایت کیلئے آخری الہامی زبان ہے اس لئے باوجود اپنی اپنی مروجہ زبان بولنے کے ہر ملک کے مسلمانوں کی ایک مشترک زبان اور ہونی چاہئے جس کا قرآنی زبان نام رکھنا مناسب ہو گا کیونکہ اتحاد بین المسلمین ہو یا اتحاد عالم" یہ سب کچھ قرآن ہی کے ذریعہ سے ممکن ہے اور اسی چیز کو یہ قوت حاصل ہے کہ دنیا کی مختلف امتوں کو ایک امت بنا دے۔

ہوشیار قومیں اور سمجھدار ملک کے ارباب حل و عقد اپنے اپنے کلچر کی حفاظت کیلئے خاص خاص اہتمام کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے ان غیر مذہبیوں پر بھی قانون کے ذریعہ پابندیاں عائد کر دیتے ہیں جس سے بڑھ کر قوم بننے کی امید نہیں ہوتی مگر تعلیمات قرآن کا سیلاب اس بند کو بھی بڑی آسانی کے ساتھ توڑ کر رکھ دیتا ہے جیسا کہ قرون اولیٰ کے مسلمان جس ملک و جس قوم کے اندر گئے انہوں نے انکے کلچر کو بدل دیا اور آج بھی جہاں جہاں اسلام ہے وہاں اسلامی تہذیب تمدن اپنی نمایاں خصوصیات کیساتھ نظر آئے گا۔

قرآن مجید دنیا کے ہر گوشہ کے مسلمانوں کو ایک ہی رشتہ میں منسلک کرتا ہے کل مومن اخوۃ

اور ایک رسی کے تھامنے کو کہتا ہے، وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

قرآنی عربی کو بھی عام ہونا چاہئے اور یہی سبب ہے کہ میں اگرچہ دنیا کی دوسری زبانون میں قرآن مجید کے تراجم کی ضرورت کو جائز سمجھتا ہوں مگر اس کو دوسرے درجہ پر رکھتا ہوں اور اولیت کا سہرا صرف عربی وہ بھی قرآنی عربی کا حق سمجھتا ہوں۔

قرآنی کلچر کسی خاص قوم کا کلچر نہیں ہو سکتا، اس لئے اس کو عربوں یا مسلمانوں کا کلچر کہنا بھی کچھ زیادہ مناسب نہیں بلکہ اس کا نام ہر قوم اور ہر ملک والوں کا فطری کلچر رکھنا زیادہ مناسب ہوگا۔ اور اولوالعزمی اور سلیم الفطرتی اس بات کی متقاضی ہے کہ کوئی بین الاقوامی کلچر ہو جو ہر قوم و ملک والوں کے لئے مشترک چیز کا کام دے سکے

زبان کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اس لئے قرآنی عربی کی مثال ایسی ہی ہے جیسا کہ پنجاب میں اردو، افغانستان میں فارسی، اسی طرح بنگال کو لے لیجئے جہاں مذہب کے سوا ہندو اور مسلمان دونوں کا کلچر ایک ہی ہے۔

عربی زبان کا رسم الخط بھی تمام قدیم زبانوں کے رسم الخط سے جدید تر اور زیادہ ترقی یافتہ ہے اس لئے جملہ مدارس کی تعلیم میں قرآن کو داخل کرنا چاہئے۔

ہر قوم ہر ملک کی تہذیب و تمدن اور ترقی کے مجموعہ کا نام کلچر ہے اور جس قوم کا کلچر جتنا ترقی یافتہ اور بلند ہوگا اتنا ہی اس کا پایہ بلند ہوگا۔ اور یہ سب چیزیں تعلیم سے حاصل ہوتی ہیں اور تعلیم کے لئے انسانوں کی تالیف و تصنیف کا ذخیرہ ہوتا ہے اب جو کوئی اللہ کی کتاب کو اپنے سامنے رکھے گا ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی کا کلچر نہ ہوگا۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا اور ہر طرف سے پھیر کہ ایک مرکز اور ایک پر گردش کرنے کیلئے مجبور کرتا اور ایک خلیفہ کی ماتحتی میں رہنے کو کہتا ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ اس لئے باوجود مشرق و مغرب کی دوری کے ان کے جمہوری کلچر کو بھی ایک ہی ہونا چاہئے

قرآن مجید روئے زمین پر حکومت الٰہی کا قیام کراتا ہے اور دین حق کی غرض یہی بتلاتا ہے کہ اس کو جملہ ادیان پر غالب رہنا چاہئے جس کا دوسرا نتیجہ یہ ہوگا کہ حق پرست باطل پرستو حکمرانی کریں گے یعنی اللہ کے تبلائے ہوئے طریقہ پر انصاف اور امن و سلامتی ان کے دم سے قائم رہے گی اسلئے ان کا قرآنی کلچر اس قوم کے لئے بھی ہے جو اسلام کو برأت تو قبول نہ کرلے لیکن ذمی ہو کر رہنا قبول کرے جیسا کہ آج بھی مصر کے اندر مسلمان اور قبطی ایک ہی کلچر رکھتے ہیں حالانکہ مذہب جدا جدا ہے۔ اسی طرح افریقہ کے شمالی ساحل پر جو آبادیاں ہیں وہ عربوں کی عادات و اخلاق سے اس درجہ متاثر ہوئیں کہ وہ بھی بالکل عرب بن گئی ہیں یہی حال فلسطین کا بھی ہے جہاں مسلمان اور نصرانی کے علاوہ یہودی بھی ہیں ان سب مقامات پر ان قوموں کے مذہب تو الگ الگ ہیں لیکن کلچر میں کوئی فرق نہیں۔

قرآن عربی ہے چونکہ ساری دنیا کے لئے ہے اس لئے زبان کی حیثیت سے جو متعدد اقوام اور ممالک میں باوجود مذہب و ملت کی تفریق کے عالمگیر زبان کی حیثیت سے ایک مشترک کلچر پیدا ہو سکتا ہے اور جس طرح فرنچ زبان ایک غرض کے لئے دنیا کی ہر یونیورسٹی میں پڑھائی جاتی ہے اور اس قوم یا ملک والے کو اس پر اعتراض نہیں ہوتا بلکہ خوشی خوشی سیکھتے ہیں اسی طرح قرآنی کی تعلیم بھی روئے زمین کے ہر مرحلہ پر ہونی چاہئے۔

قرآنی قصے

حضرت مریم رضی اللہ عنہا

یہ کہنا کہ قرآن مجید بہت اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے بہت آسان ہے لیکن واقعی طور پر سمجھ کر کہنا کچھ اور ہے۔ درحقیقت دنیا میں عورتوں کی ذات عجیب ذات ہے اور جو آفتیں ان کے دم قدم سے مردوں اور سوسائٹی پر نازل ہوتی ہیں ان کا تصور بھی ناممکن ہے خود قرآن مجید کی زبان میں اس کو سنا جا سکتا ہے وہ فرماتا ہے اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ جب حال یہ ہے تو یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام اس پر روشنی نہ ڈالتا۔ اور ایسے اخلاق ان ہی کی حدیث میں بیان نہ کرتا حضرت مریم رضی اللہ عنہا ان ہی میں سے ایک ہیں جن کی حالت بیان کر کے قرآن مجید فرقۂ اناث کو ایک ایسا سبق دیتا ہے جو شرف و منزلت کا حامل ہوتے ہوئے اس طبقہ کے لئے نمونہ اور مشعل راہ ہدایت ہے ایک طرف تو یہ ہے لیکن دوسری طرف مرد خود قرآنی تعلیمات سے کوسوں دور ہیں اسے اور ان بزرگ ہستیوں کے اسوۂ حسنہ سے نابلد ہیں جو انبیا و رسل کے قصے میں ان کے لئے سرمایہ زندگی کی طرح فراہم ہیں غور کیجئے جب مردوں کا یہ حال ہے تو عورتیں جو ان ہی کے ذریعہ سے بہتر بن سکتی ہیں جن پر ان کو اختیارات دئیے گئے تھے اور جن کے سنوارنے کے لئے قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا کی وعید سنائی گئی تھی ان کی گمراہی اور قرآنی برکات سے محرومی اور پھر اس کے بعد تباہی کی انتہا کو کون بتا سکتا ہے۔

مرد یقیناً عورتوں کی تباہی و بربادی کے ذمہ دار ہیں اور ان کے بہتر بنانے کا بار ان ہی کے مضبوط کاندھوں پہ ہے جس سے صنف نازک سہارا ڈھونڈتی لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ عورتیں اس الزام سے بالکل بری ہو جائیں مرد اسی حد تک قصوروار ہیں اور اسی کے جوابدہ جس قدر ان کا اس مسئلہ سے تعلق ہے لیکن قطع نظر اس کے خود عورتیں

اپنے قصور کی آپ ہی ذمہ دار ہیں یہ کہہ کر یہ نہیں بچ جا سکتی کہ ہمارے مرد قرآنی تعلیمات سے خود بے بہرہ تھے اسی لئے ہم بھی جاہل اور محروم رہے یہ عذر پذیرائی کے لائق نہیں جس طرح زندگی کی دوڑ میں ہزاروں باتیں ایسی ہیں کہ یہ دوں کی مرضی کے خلاف کر گذرتی ہیں اسی طرح کس نے ان کو روکا ہے کہ خواہ مرد قرآن کو ہاتھ تک نہ لگائیں لیکن ان کو چاہئے کہ یہ اپنے پروردگار اور مالک حقیقی خدا کے حکم کے سامنے کسی کے حکم کی پرواہ نہ کریں اور آنکھ بند کر کے قرآنی احکامات پر چلنے کی ٹھان لیں پھر اپنے ذریعے سے اپنے فرقہ کی دوسری مستورات کو اسی رنگ میں رنگنے کی کوشش کریں خاص کر اپنے بچے اور بچیوں کو قرآنی سانچے میں ڈھالیں۔

بہرحال حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا ذکر جہاں بہتیرے اوصاف سے مالا مال ہے وہاں ہماری مستورات کیلئے ایک بہترین نمونہ اور ان کی زندگی کے لئے اعلیٰ درجہ کا سبق ہے۔ خدا کرے ہماری مستورات اس سے وہی پاکیزگی حاصل کریں جو ان کے حاضر و ناظر اور غیب دان خدا کے سامنے ہر وقت ان کے نامہ اعمال کی صورت میں پیش ہو رہی ہے۔

پورے قرآن مجید میں کسی عورت کا نام نہیں آیا ہے الا حضرت مریم علیہا السلام کا اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کا احترام منصور ہے اور اشارۃً یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اگرچہ ان کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ قرآن سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا رہے لیکن نام کا نہ لیا جانا گویا انتہائی حرمت اور پردہ کیا تھا عزت کا اظہار رہے مگر برعکس اس کے حضرت مریم علیہا السلام کا نام لیا گیا اس میں یہ راز پوشیدہ ہے کہ نصرانی دنیا چونکہ اپنی نادانی کی وجہ سے نعوذ باللہ حضرت مریمؑ کو وکلمۃ کن اللہ کی شان والے خدا کی بی بی سمجھے ہوئے ہے اور اس کے عقیدہ باطل کو باطل کرنا مقصود تھا۔ اس لئے صاف صاف ان کا نام لے کر اس کا بطلان کیا گیا بہ مطلب۔ یہ ہے کہ جب دوسرے پیغمبروں کی عزت کا اتنا خیال کیا گیا کہ ان کی بیبیوں کا نام نہیں لیا گیا تو اللہ تعالیٰ

اس سے بہت زیادہ کا مستحق تھا کہ وہ نعوذ باللہ۔ خاکم بدہن اپنی بی بی کا نام نہ لیتا۔
اب جو نام لیا گیا تو اس نے سختی کیا تھا اس بات کو ظاہر کیا کہ نصرانی دنیا سخت
ترین گناہ کی مرتکب ہو رہی ہے اور وہ سراپا غلطی میں مبتلا ہے کہ ایسا سمجھتی ہے۔

حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کی ماں ہیں
اور ان دونوں پر بڑا ظلم ہے کہ اپنے کو کوئی ان کا پیرو کہکر ایسی تکلیف دہ کلمے منہ سے
نکالے اور ایسا غلط عقیدہ قائم کر کے ان کی روحانی تکلیف کا باعث ہو۔ العیاذ باللہ

اگرچہ دنیا آج یورپ کو عقل کا پتلا سمجھے ہوئے ہے مگر قرآن کی محرومی نے دکھا دیا
چاہئے کہ ان کو کیسے تاریک غار میں گرا دیا ہے اور قرآنی معیار پر کس درجہ بے عقل ثابت
ہو رہے ہیں کہ اسی کو نہ سمجھے جس کو سمجھنا چاہئے تھا۔ اللہ اور اللہ والوں کے معاملہ میں
انہوں نے ایسی ٹھوکر کھائی کہ چاروں شانے چت زمین پر گرے۔ ترجمان القرآن کی
پچھلی قسط میں قرآنی قصص کے تحت حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا ذکر مبارک سپرد قلم کر کے
عورتوں کی طرف سے ان کا حق ادا کیا جاتا ہے تاکہ ان کو اس بات کی شکایت کا
موقع نہ ملے کہ ترجمان القرآن صرف مردوں ہی کو مخاطب کرتا ہے اگرچہ پچھلے نمبر بھی
ہماری تائید میں ہیں لیکن یہ تائید مزید ہے۔

اس نوٹ کے آخر میں قرآن مجید کی مخاطبت کے متعلق بھی کچھ کہہ دینا بے محل
نہ ہوگا۔ طبقہ اناث کو یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن مجید میں اگرچہ زیادہ تر مردوں کو مخاطب
کیا گیا ہے اور تھوڑے مقام ایسے ہیں جہاں خصوصیت کے ساتھ عورتوں کا ذکر ہے لیکن
اس کا یہ مطلب ہے کہ عورتیں چونکہ مردوں کی تابع ہیں اس لئے جو احکامات اور جو تعلیمات
ان کے لئے ہیں وہی عورتوں کے لئے بھی ہیں۔ اس صورت میں گویا پورا قرآن انکی
مخاطبت میں بھی ہے اور مردوں کو اپنا مخاطب بنانے میں بھی۔

(مدیر)

(۱)

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ

وہ وقت بھی یاد رکھنے کے لایق ہے جب کہ فرشتوں نے مریم سے کہا! اے مریم بیشک اللہ نے تجھکو سارے جہاں کی عورتوں پر برگزیدہ اور پاک کیا ہے۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عمران اور ماں کا حنہ تھا جو بنی اسرائیل میں بڑی عابدہ اور زاہدہ بی بی تھیں انھوں نے نذر مانی تھی کہ اگر مجھکو لڑکا پیدا ہوا تو اے اللہ تیری نذر کروں گی یعنے بیت المقدس کی خدمت کے لئے وہ مولود وقف ہوگا جو دنیا کا کام نہ کرے گا۔ بلکہ شب و روز یاد الٰہی میں بسر کرے گا۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ	وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے
رَبِّ اِنِّىْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِىْ	جب عمران کی عورت نے کہا! اے میرے
بَطْنِىْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ	رب میرے پیٹ میں جو آزاد بچہ ہے میں نے
اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ	اس کو تیرے نذر کیا سو تو مجھے قبول فرمائے بیشک
الْعَلِيْمُ ۔	تو سب کچھ جانتا اور سنتا ہے۔

مائیں جسطرح آج اپنے بچے کو اپنا اور دنیا کا بنا کر اس کی اور اپنی عاقبت بگاڑتی ہیں مع اس نیک بی بی کی خدا پرستی اور تعلق مع اللہ کے خلوص کو دیکھیں کہ وہ بی اے، ام اے، بیرسٹر ایٹ لا، کیل، لاکھ پتی کروڑ پتی مہاراجہ بادشاہ وقت بننے کی دعا اپنے لڑکے کے لئے اپنے پروردگار سے نہیں کرتی ہیں بلکہ چاہتی ہیں تو یہ چاہتی ہیں کہ ان کا لڑکا اللہ والا ہو یہی خیال ہی ایک چیز ان کی بزرگی کی کافی دلیل ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ یہ وقت ہے اسلئے ان کی یہ دعا ایک دوسرے رنگ اس سے بہتر طریقہ پر مقبول ہوں۔

حضرت حنہ کے جب ایام حمل پورے ہوئے تو لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی جس کو دیکھ کر وہ اس لئے غمگین ہوئیں کہ ان کے خیال میں بچی سے وہ مقصد پورا نہ ہوگا جو

لڑکے سے ہوتا۔ چنانچہ انہوں نے کہا۔

رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی	اے میرے رب افسوس میں لڑکی جنی۔
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ	اے اللہ تجھکو خوب معلوم ہے جو کچھ جنی ہوں بیٹا
وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى	بیٹی جیسا تو ہوتا نہیں بہر حال اس کا نام
وَاِنِّیْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّیْ	مریم رکھتی ہوں اور میں اس کو شیطان
اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ	رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں نیز اسکی
الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○	اولاد کو بھی۔

حضرت حنہ کی یہ دعا بھی یاد رکھنے کے لائق ہے اور جب دینے والے سے مانگے تو اتنا تو مانگے اور ملنگے بھی تو وہ چیز جس کے بعد کچھ باقی نہیں رہ جاتا یقیناً جو اللہ تعالیٰ اکی پناہ میں آیا وہ ہر طرح سے کامیاب ہوگیا اور جو شیطان مردود کے شر سے محفوظ ہوگیا وہ ہر طرح کی مصیبت سے آزاد ہو گیا۔

حضرت حنہ نے حضرت مریم ہی کے لئے دعائے خیر نہیں کی بلکہ ان کی ذریت کے لئے بھی اور ظاہر ہے کہ ایک سمجھدار اور نیک بی بی ہی کی یہ دعا ہو سکتی ہے بہر حال دعا مقبول ہوئی اور آسمانی پرورش نے ان کو پروان چڑھانا شروع کیا خدا کے گھر میں خدا کے انتظام کے اندر خدا کے ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت زکریا علیہ السلام نے انکی تعلیم و تربیت وغیرہ کی کفالت فرمائی۔

اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ۔	جب وہ اپنے اپنے قلموں کو ڈالتے تھے کہ ان سب میں کون شخص حضرت مریم کی کفالت کرے
وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ط	اور زکریا کو ان کا سرپرست بنایا

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس نذر کو حسن قبول سے یوں سرفراز فرمایا۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا پس انکی رب نے بوجہ احسن قبول فرمالیا اور عمدہ طور پر انکو نشو نما دیا

اس کے بعد ان واقعات کا ذکر ہے جو انہی کے لئے مخصوص ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت ہے جس طرح سے حضرت حوا علیہا السلام اور حضرت آدم علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ اسی طرح سے یہ بھی بغیر شوہر کے خدا کی قدرت سے ایک جلیل الشان پیغمبر کی ماں بنیں۔ اور اس بات کا اظہار آپ کی ذات سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا ہے۔ وہ خلاف عادت بھی سب کچھ کر سکتا ہے۔ ارشاد ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ — اور اس کتاب میں مریم کا بھی ذکر کیجئے۔ جبکہ وہ اپنے
مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۙ فَاتَّخَذَتْ — گھر والوں سے علیحدہ ایک ایسے مکان میں جو مشرق کی جانب تھا
مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۚ فَاَرْسَلْنَا — گئیں پھر ان لوگوں کے سامنے سے انہوں نے پردہ ڈال لیا پس ہم نے
اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا — ان کے پاس اپنے فرشتے کو بھیجا اور وہ ان کے سامنے ایک پورا آدمی
قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ — بن کر ظاہر ہوا۔ کہنے لگیں کہ میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو
اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ○ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا — خدا ترس ہے۔ فرشتے نے کہا کہ میں تمہارے رب کا
رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا — بھیجا ہوا ہوں۔ تاکہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔
زَكِيًّا ○ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ — وہ کہنے لگیں کہ میرے لڑکا کس طرح ہو جاویگا۔
وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا — حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ میں
قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ — بدکار ہوں۔ فرشتوں نے کہا کہ یوں ہی ہو جائیگا۔ تمہارے رب نے
هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ — فرمایا ہے کہ یہ بات مجھ کو آسان ہے اور ہم اس طور پر اس لئے پیدا کریں گے
رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ○ — تاکہ ہم اس فرزند کو لوگوں کے لئے ایک نشانی بنادیں اور باعث رحمت بنائیں اور
فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا — یہ ایک طے شدہ بات ہے۔ پھر ان کے پیٹ میں لڑکا رہ گیا پھر اس حمل کو لئے ہوئے
قَصِيًّا ○ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى — کسی دور جگہ میں الگ چلی گئیں۔ پھر درد زہ کے مارے کھجور کے درخت کی طرف
جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ — آئیں۔ کہنے لگیں کاش میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی اور ایسی
قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ○ — نیست و نابود ہو جاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی۔

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ
رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝ وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ
بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا
جَنِيًّا ۝ فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا
فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِىْٓ
اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ
اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۚ فَاَتَتْ بِهٖ
قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۚ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ
جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ۝ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ
مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ
اُمُّكِ بَغِيًّا ۝ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ
قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ
صَبِيًّا ۝ قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ
اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا ۝ وَّ
جَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَ
اَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا
دُمْتُ حَيًّا ۝ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِىْ وَلَمْ
يَجْعَلْنِىْ جَبَّارًا شَقِيًّا ۝ وَالسَّلٰمُ
عَلَىَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ
وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ۝ ذٰلِكَ عِيْسَى
ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِىْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝

پس جبرئیل نے ان کی پائیں سے اُن کو پکارا کہ تم مغموم نہ ہو
تمہارے پروردگار نے تمہارے پائیں میں ایک نہر پیدا کر دی ہے۔ اور اس کھجور کے
اپنی طرف کو ہلاؤ اس سے تم پر گریں گی تر و تازہ کھجوریں
پھر کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔
پھر اگر تم آدمیوں میں سے کسی کو بھی دیکھو تو کہہ دینا کہ میں نے
تو اللہ کے واسطے روزے کی منت مان رکھی ہے تو
آج کسی آدمی سے نہیں بولوں گی۔ پھر وہ اُن کو گود میں
لیے ہوئے اپنی قوم کے پاس لائیں لوگوں نے کہا اے مریم
تم نے بڑے غضب کا کام کیا۔ اے ہارون کی بہن
تمہارے باپ کوئی بُرے آدمی نہ تھے اور تمہاری
ماں بدکار تھیں۔ پس مریم نے بچے کی طرف اشارہ
کر دیا۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ بھلا ہم ایسے شخص سے کیونکر باتیں کریں جو ابھی
گود میں بچہ ہی ہے۔ وہ بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں
اس نے مجھ کو کتاب دی اور اس نے مجھ کو نبی بنایا۔ اور
مجھ کو برکت والا بنایا میں جہاں کہیں بھی ہوں۔ اور
اس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں زندہ
رہوں۔ اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گزار بنایا۔
اس نے مجھ کو سرکش بدبخت نہیں بنایا اور مجھ پر سلام ہے
جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز مروں گا اور جس روز
میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔ یہ ہیں عیسیٰ بن مریم
میں سچی بات کہہ رہا ہوں جس میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں

بینا و نابینا

مَن كَانَ فِي هٰذِهٖ أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمٰى

رشیدی حضرت مولانا صوفی شاہ عبدالقادر صاحب مدظلہ!

نابینائی درحقیقت یار کے دیدار سے محرومی کا نام ہے اور غیر یار کو دیکھنا گویا نہیں دیکھنا ہے۔ ؎

کور بہ چشمے کہ لذت گیر دیدار نشد — بشکند دستے کہ خم در گردن یارے نشد

عالم دنیا عالم تعارف ہے یہاں تعارف نہ ہو تو پھر وہاں بھی ناآشنائی ہے جس طرح مجمع کثیر میں ہزاروں طرح کی آوازوں کا شور مچا ہوا ہوتا ہے باوجود اس کے جملہ آوازیں باہم ملکر ایک صدا بن جاتی ہیں اور قوی شامہ انسان عطر مرکب سے ہر ایک ترکیب یافتہ عطر کو پہچان لیتا ہے۔ اسی طرح عاشق صادق ان ہزاروں آوازوں سے اپنے محبوب کی آواز سن لیتا ہے بلکہ جملہ آوازیں اس کی سماعت میں ایک ہی صدائے محبوب بن جاتی ہیں اس لئے کہ غالب کا حکم ہمیشہ مغلوب پر ساری وطاری وجاری رہتا ہے اور ہر مغلوب غالب میں فنا ہوجاتا ہے۔ اس طرح محبوب کی ہر شئے درحقیقت محب کے پاس غالب ہی غالب ہے اور یہ غلبہ کامل توجہ کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ شئے متوجہ الیہ ضعیف سے ضعیف کیوں نہ ہو عاشق کی توجہ اس کو قوی سے قوی تر بنا دیتی ہے اور ہزاروں پردوں میں چھپی ہوئی چیز کو بھی باہر نکال لاتی ہے جب کسی کو اپنے مطلوب کی طرف انہماک کلی حاصل ہے اور اس کے حواس ظاہری و باطنی صرف اسی ایک امر کی تلاش میں ہمقدم ہیں تو بقول

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد — اگر خارے بود گلدستہ گردد

پہاڑوں میں دبی ہوئی مطلوب شئے کو طالب کی پلک کا ایک بال کھود دکھا دیتا ہے

نکال لاتا ہے۔ اس بات کا ہمیں کامل یقین ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس حاشا
نظروں میں بھی باوجود اس کے کہ وہ بے پردہ ہے مگر چھپی ہوئی ہے۔ گویا صدونچی انفرادی
اور جملہ کائنات کا پردہ دبیز سا حق پڑا ہوا ہے۔ مگر عاشق کی قوت ہمت جو اجتماع حواس سے
پیدا ہوتی ہے ان انتہا پردوں سے اس کو باہر ہی نکال لاتا ہے۔ دراصل بات تو یہ ہے کہ معشوق حقیقی کے سوا
کچھ موجود ہی نہیں اس لئے یہ جملہ پردے نظیر عشق میں پردے ہی نہیں ہیں اور اگر ہیں بھی
تو انہیں پردوں میں سے اسی عالم کے اندر اپنے معشوق حقیقی کا جلوہ نمایاں کر لینا ہے
بینائی ہے اور محروم رہنا نابینائی وہو المطلوب۔

ایک بات اور کہنے کی ہے کہ کہیں یہ کہہ کر یا سمجھ کر آپ محروم القسمت نہ رہ جائیں کہ
خدا کی طرف سے ہی ایسا ہو تو ہو ہم سے تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ہر معاملہ
میں یہی اصول خود آپ بھی نہیں برتتے ہیں پھر ہیں پر کیوں اس شرط کا سختی کے ساتھ استعمال
کیا جائے اللہ تعالیٰ نے تو اس قوت کو پہلے سے ہی آپ کے اندر ودیعت فرما دیا ہے اسی لئے
ارشاد ہے فاذکرونی اذکرکم۔ ان تنصروا اللہ ینصرکم معلوم ہوا کہ حرکت کے
بعد ہی خدا حرکت فرماتا ہے۔ عذاب ثواب کا معاملہ بھی تو اسی انصاف کے موجب ہے۔ ورنہ ظلم
کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے وحی کا نزول اور انبیاء و رسل کی بعثت بیکار ہوئی جاتی ہے

اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور توفیق طلب ہو کہ وہ ہمیں اپنی محبت سے مالا مال
فرمائے اور جو کچھ وہاں دینا ہے یہیں سے اس کا سلسلہ پھیلا دے۔ آمین ثم آمین۔

اس وجہ سے آفتاب کو آپ کے اندر اترنے کے لئے پوری جگہ نہیں ملی اسی طرح
اس عالم تعارف میں آپ کے حواس نے حنفیت نہیں اختیار کی اور آپ نے اِنِّی وَجَّهْتُ
وَجْهِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ کا سبق
حاصل نہیں کیا۔ اور حال یہ ہے کہ حواس ظاہری و باطنی میں سے کسی ایک حس کا بھی غیر
معشوق کی طرف متوجہ رہنا شرک فی العشق ہے۔ اور معشوق شرکت پسند بھی نہیں پھر تا ہے

آپ کہاں ہیں اور کیا ہیں۔

آپ کو تو آپ کا خدا ابراہیم الملت ہونے کی تاکید فرماتا ہے لہذا آپ حضرت خلیل کی طرح جب تک جملہ حواس کی یک روئی حاصل نہ فرمالیں گے معشوق کے دیدار سے محروم ہی رہیں گے اور آپ کا نام اعمٰی کے ہی دفتر میں لکھا رہے گا۔ اور اضل سبیلا کے خطاب سے ہی یاد کئے جاتے رہیں گے۔

بہرحال جبتک آپ کے حواس ظاہری و باطنی کا قبلہ توجہ آپ کا معشوق حقیقی نہ ہوگا آپ اس کے دیدار سے محروم رہیں گے اور اس کے مشاہدے سے بے نصیب اور اگر آپ کو یہ دولت دیدار نصیب ہے اور آپ کا ہر حس متوجہ الی المعشوق ہے اور ہر حس اس مقصد کی تحصیل میں متفق ہوگیا ہے تو پھر عالم کا کوئی پردہ آپ کے معشوق کے شہود سے آپ کو محروم نہیں رکھ سکتا جب جس طرف نظر اٹھائی فثم وجہ اللہ کا جلوہ نظر آیا اس میں کسی کی تخصیص نہیں خواہ بی بی ہو یا بیٹا بیٹی۔ دولت و ثروت ہو یا بادشاہی و گدائی وغیرہ ہر جگہ آپ کو آپ کا محبوب و مطلوب حقیقی ہی نظر آئے گا۔ کیونکہ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ نظر عشق ہر پردہ سے اپنے معشوق کو باہر نکال لاتی ہے۔

یہ اس لئے کہ عاشقی کا سفر ختم ہو چکا اور جب سیر عاشقی ختم ہو جاتی ہے تو پھر معشوق کے دربار کے سوا اور کچھ نہیں۔ خدمت، عاشق کا کام ہے معشوق مخدوم ہے اس لئے آخرت جو محل معشوقی ہے وہاں خدمت کا اثر تک نہ ہوگا۔ کیونکہ محل معشوقیت میں معشوق کے سوا غیر کا گذر کہاں۔

مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖ اَعْمٰى سے وہ ناقص ہستی مراد ہے جس نے اس محل عاشقی میں معشوق کی طرف قدم ہی نہ اٹھایا ہو۔ جب تک راستہ طے نہ ہو مکہ پہنچ نہیں سکتے اور حاجی بن نہیں سکتے اس طرح جب تک عاشقی کی منزل طے نہ ہو معشوق کا درجہ حاصل ہو نہیں سکتا۔ اور جب تک معشوق نہیں بن لیا جائے محل معشوقیت میں گذر ہونا محال ہے اور یہی ہے فهو في الآخرة اعمى

افسوس صد افسوس کہ محل معشوقی میں ہو کر شہود حق سے محرومی ہے۔ اسی کا نام تو اصل ابتلا ہے۔ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اس نابینائی کے پردہ عشق و محبت کی سلائی ہی کاٹ سکتی ہے اور عشق کی شان سے یہ بات ہے کہ عاشق کو غیر معشوق کی دید سے اندھا اور غیر معشوق کے آواز کی شنید سے بہرہ بنا دے اس لئے امام المعشوقین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے حبک الشی یعمی ویصم۔

اگر آفتاب پر آپ نظر ڈالیں تو اس کا عکس آپ کی آنکھ کے آئینہ میں منطبع ہو جائیگا پھر آپ جس طرف نگاہ اٹھائیں گے آفتاب ہی آفتاب نظر آئے گا۔ اور اگر اس کے برعکس ہو تو سمجھ لیجیے کہ آپنے آفتاب کا عکس ہمت کی قوت سے نہیں حاصل کیا۔ اوپر ہم بیان کر چکے ہیں کہ اجتماع حواس خمسہ ظاہری و باطنی کا نام ہمت ہے یعنی آفتاب کی رویت کے وقت آپکے حواس مجتمع نہ تھے ان سب کی توجہ ایک طرف نہ تھی جو ذات حق کو نکال لیتی ہے یہ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں لن ترانی کا عذر بھی مرفوع ہو جاتا ہے پس آیہ کریمہ مَن کَانَ فِی ھٰذِہٖ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی کا یہی مفہوم ہے کہ جس کسی نے اس عالم میں عوام کے پردے سے اپنے محبوب حقیقی کو باہر نہ نکالا اور اس کا شہود نہ حاصل کیا تو عالم آخرت میں بھی کسی طرح کسی ایک پردہ کو وجہ مبارک حق سے نہ اٹھا سکے گا۔ اس لئے کہ پردہ اٹھانے کا مقام تو یہی عالم ہے اور ہستی موہوم کے کارناموں کا بھی یہی محل ہے اور عالم آخرت میں جو پردے اٹھیں گے وہ منجانب حق ہوں گے نہ کہ بندوں کی طرف سے بفحوائے آیہ کریمہ یَوْمَ تُبْلَی السَّرَائِرُ

الغرض کہنا یہ ہے کہ جب بندہ کارگذار ہی نہیں تو نتیجہ کیا ہوگا اور معاوضہ واجرت کیا ملے گی۔ اجیر کی اجرت تو ادائے کار کے بعد ہوتی ہے اس نے تو پردہ کے اٹھانے کے لئے ہاتھ کو جنبش تک نہیں دی۔ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ کی شرط کو پورا ہی نہیں کیا۔

فاعل کو ہر فعل کی جزا یا سزا کا حق ہوتا ہے۔ عالم آخرت میں بندہ فاعل ہی نہ ہوگا۔ اس سے ہر قسم کی تکلیف مرتفع ہو جائے گی۔ اور جو کچھ ہوگا فاعل حقیقی کی طرف سے ہوگا

اگرچہ دنیا کے ہر کام میں بھی اسی ذات کا دستِ قدرت کارفرما ہوتا ہے لیکن بندے کی قوتِ حادث کا پردہ پڑا ہوتا ہے۔ تو جب بندے نے اس عالمِ دنیا کی موہوم ہستی کے پردے میں اس کی قوت کے ظہور کا موقع ہی نہیں دیا یعنی استعداد ہی نہیں پیدا کی تو پھر عالمِ آخرت میں محلِ تجلیِ ظہورِ حق نہ رہا تو ظاہر ہے کہ بندہ بیکار ہو گیا۔ اور وہاں جو کچھ کام ہے ہستیِ حقیقی کا ہی فعل ہے۔ حیات اس کی علم اس کا۔ قدرت اس کی ارادہ اس کا الغرض وہاں تو ہستیِ موہوم اور اس کے آثار کا نام و نشان بھی باقی نہ ہوگا۔ یہی سبب ہے کہ اس عالم (جنت) میں جنتی کے ارادے کے ساتھ ہی مراد کا ظہور ہو جائے گا جیسے کن سے فیکون۔

عالمِ آخرت میں بندہ ہوگا نہ بندے کی موہوم ہستی۔ ہستیِ حق کے سوا دوسرا کچھ بھی نہ ہوگا۔ اگرچہ دکھاوے کے واسطے ایک صورت ہوگی اور بس محب محبوب ہوگا۔ اور عاشق معشوق۔

قرآنی تحریک

از عبدالواحد عثمانی صاحب بدایونی (عالم ادب)

نواب سر نذیر جنگ کی سعید روحِ قرآنی تحریک کے عمومِ شرف، وسعتِ فیض و ہمہ گیر وابستگی "بحبل اللہ الممدود" سے آجکل مسلسل سبق و درس دے رہی ہے اور صحائف میں متعدد مضامین نکل چکے ہیں جن میں ان کے دردِ دل، اخلاص اور درکِ صحیح کا عنصر شامل و شاہد ہے کس کو انکار ہو سکتا ہے قرآن کی تعلیم لازمی۔ ضروری تھی مگر کون ہے جو اس اقرار پر عمل مداومت۔ پابندی عزمِ راسخ، عزیمتِ کاملہ، دعوتِ تامہ کو گواہ دے گا اور اس طرح اس تحریک کی جلالت و شرف کا وہ اقرار دے گا جو ایک سچے مسلمان کا اقرار ہوتا ہے اگر اس لحاظ سے تو یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ انکو حصولِ سعادت

وشرف از قرآن کے لئے خطابیات سے مطلع اور آگاہ بلکہ مستعد و متنبہ کیا جائے کیونکہ
یہ تو ایسی جلی۔ اس درجہ واضح اتنی روشن اور مسلم حقیقت ہے جس کو دوسرے الفاظ
میں عین ایمان اصل اسلام کہنا روا ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے
افضل عبادۃ امتی تلاوۃ القرآن اور اہل القرآن اہل اللہ و خاصتہ اہل القرآن سے
اہل توہم وتقسطم مراد نہیں جنہوں نے خود کو اہل القرآن کہا اس کتاب اللہ جل جلالہ کو
حقیر و سبک کرنا شروع کر دیا ہے) قرآن کریم کے ارشادات و اخلاص خود بتا رہے
ہیں۔ کہ ایماندار کے لئے ہر بھلائی ہر قسم کی فلاح ہمہ اسباب ترقی و برتری و جملہ موجبات
و لوازم بزرگی و بلندی قرآن کے اندر ہیں۔ مہمات معاش و معاملات ہوں یا
مسائل معاد، و اخلاقیات، روحانیات کے دستور العمل ہوں یا تدبیرات کے احکام
امور تعہدیہ ہوں۔ یا احکام فقیہہ حیات جسم کے متعلقات ہوں یا درخشندگی
روح کے لمعات۔ سیاسیات ہوں یا وجدانیات یہ سب اور یہ تمام کمالات یہ کل
اور ہمہ اقسام صلاح و فلاح دین و دنیا مکمل بحیا بدون و اٹل کہیں ہیں تو قرآن میں
اور فقط قرآن عظیم میں۔ الحق کہ یہ وہ نطق صحیح اور امر واقعی ہے کہ اس میں شک
کی گنجایش نہیں اور جب تک اس حقیقت کی تسلیم میں اور قرآن حکیم کے اندر رہتے
ہیں یا اس کو دل اور دل کے ساتھ عمل میں لئے رہتے ہیں مسلم زندگی کی ترتیب
و گرمی تھی۔ اس وقت تک مسلمان ایک گم شدہ عقال بھی قرآنی ہدایت و حکم سے
تلاش کر لیتا تھا۔ اور ہر ایک تخت و تاج بھی قرآن سے پا سکتا تھا ہر معرکہ و میدان
کو بھی قرآن کے رخ سے سر کر لیتا تھا اور آسمانوں کی بلندیوں تک اور تحت الثریٰ کے
کی گہرائیوں تک بھی قرآنی راہ نمائی سے پہونچ جاتا تھا بلکہ فاطر السموات والارض
تک اس کی رسائی بوریہ پر بیٹھ کر فاقہ کر کے پیوند کے کپڑے پہن کر ہو جاتی تھی اور
اور قرآن ہی سے وہ خزانوں کا مالک اقلیم و ممالک کا تاجدار ہو جاتا تھا۔ مگر آہ!

اور صد آہ آج قرآن کو چھوڑ دینے کے سبب دین و دنیا دونوں میں خوار تباہ حال رسوا، ذلیل، شرمندہ خلق۔ ننگ اقوام، عار ملل، غارت گرد نیا خسر الاخرہ ہے۔ نہ اس کا دنیا میں بھرم اور وقار ہے۔ نہ دین میں عزت و اعتبار فیا حسرتا۔ مگر قرآن اس حالت کی اصلاح کی دعوت د اس نکبت کے ارتقا و مبدل باقبال ہونے کی عزیمت و نصیحت بھی اپنے اندر رکھتا ہے اور وہ یہ ہے" واعتصموا بحبل اللہ پھر قرآن کو لو قرآن والے بنو۔ مگر ہاتھوں میں رکھکر نہیں زرین و مخمل کے غلافوں میں لپیٹ کر نہیں بلکہ دل و دماغ، د نظر و عمل میں رکھکر ہاں تم قرآن میں جتنا ڈوبوگے اتنا ہی ساحل مراد پر ابھروگے۔ پھر یہ غفلت کیا ہے۔ اور آخر اس تساہل اور برباد کن تساہل سے ہم کناری کیوں ہے۔ اے ملت قرآنیہ اٹھ جاگ! پڑھ! اور پھر قرآن کو یقین کے ہاتھ میں لیکر عمل کے مینار سے بلند کر اور آسمان کامیابی پہنچ جا۔ سعید ہیں وہ روحیں جو قرآنی تحریک میں حصہ لینا اور اس کو کامیاب بنانا اپنا فرض عین سمجھیں ہر گھر اور ہر گھر کا ہر فرد قرآن خوان اور قرآن دان ہو جو مسلمان ایک قرآن نہ پڑھ سکا ہے وہ اپنی زندگی کو اپنے لئے سخت سمجھکر اس کی تلافی حیات کے پہلے لمحے سے شروع کر دے بستی و محلہ و جماعت و خاندان میں پنچایتی نظام کے ساتھ مدارس قرآنیہ زنانہ و مردانہ جاری ہوں معتبر تراجم قرآن جو ترجمہ میں جدلیات و مسائل اختلافیہ سے پاک ہوں گھر گھر میں موجود رہیں، ہر جمعہ کو مساجد میں ترجمہ قرآنی سنایا جائے اور ہو سکے تو ہر روز بعد فجر قرآن یا ترجمہ کا اہتمام کیا جائے۔

علمائے کرام قرآن حکیم سے عبادات و معاملات و اخلاقیات احکام کے علیحدہ علیحدہ مسائل ترتیب دیں جن میں آیات اور ترجمہ یا کہیں توضیح مطالب ہو۔ مستورات کے لئے علیحدہ ایک ترتیب دی جائے جو تمام آیات کو بہتر ترتیب سے

جمع کردے جو صرف عورتوں کے متعلق ہوں۔ میرے پیشِ نظر ایک ایسی جامع کتاب "عورت و قرآن" ہے جس کو حضرت قبلہ والد ماجد مولوی عبدالماجد قادری بدایونی نے حسب فرمایش حضرت مسیح الملک حکیم اجمل خان مرحوم ترتیب دیا تھا۔ اعلیٰحضرت امام المسلمین خسرو دکن خلد اللہ ملکہ کے ورود مبارک دہلی پر اس کا نسخہ حضور میں بھی نذر کیا گیا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ مستورات کے لئے قرآن کے اندر جو کچھ ہے وہ تقریباً اس کتاب میں آگیا ہے اگر نواب نذیر جنگ بہادر اور مولوی ابو محمد مصلح صاحب اس کو مستورات میں عام کرنے کے لئے پسند فرمائیں گے تو میں بغیر کسی معاوضہ کے محض "تحریک قرآن" کی امداد کے نذرانہ کے طور پر اس کو عام کرنے کا شرف حاصل کروں گا۔ اگرچہ اب اس کے نسخے بہت قلیل مقدار میں رہ گئے ہیں مگر جتنے بھی ہیں وہ حاضر کئے جائیں گے اسطرح میں خود ایک رسالہ "قرآن اور اخلاق" کے نام سے ترتیب دے رہا ہوں اور میرا مدت سے یہ خیال ہے کہ قرآنی تعلیمات کو وسیع اور عام اور اردو ترجمہ کے ساتھ اس کی اشاعت کثیر تر کی جائے میں قرآنی تحریک کا دل سے مؤید ہوں اور اس کی ہر خدمت پر حاضر ہوں۔ آئندہ بشرط فرصت ایک مستقل تحریر اس مبحث پر حاضر کروں گا وما توفیقی الا باللہ۔

اے کاش!

اے۔ کاش! قرآن کا علم عام اور لازمی ہوتا۔

اے کاش! قرآنی عمل انسانی زندگی کا جزو اعظم ہوتا۔

اور اے کاش! قرآنی قوانین نفاذ پذیر ہوتے اور روئے زمین پر حکومت الٰہی کا قیام ہوتا۔

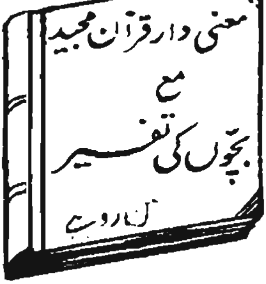
"مصلح"

خالی صفحه

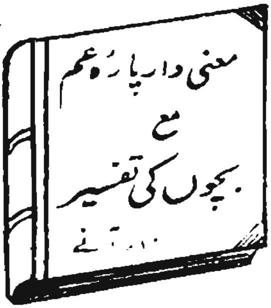
بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحِیۡمِ

مسلمانوں کی آیندہ نسل اور قرآن مجید کا مسئلہ نہایت اہم ہے

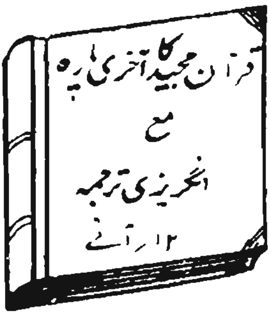
جس کو الحمد للہ! عالمگیر تحریک قرآن نے مشتہر قرآن مجید کی مجلدات کو شائع کرکے ایک حد تک اپنے حصہ کا کام پورا کردیا ہے اب آپ کا فرض ہے کہ اس کی خصوصیات کو معلوم کریں اور ہر ممکن طریقہ پر اس کو رواج دینے کی کوشش فرمائیں۔



آپ اور آپکی اولاد کو ان مجلدات کی کیوں ضرورت ہے



۱- اسکی تعلیم و تلاوت سے ترجمہ و تفسیر کے علاوہ لفظ بلفظ عربی معنے بھی یاد ہوجاتے ہیں اور ایک وقت آتا ہے کہ عربی زبان سے واقف ہوکر پڑھنے والا دیگر تراجم سے مستغنی ہوجاتا ہے۔



۲- ساڑھے تیرہ سو برس کے اندر یہ پہلی چیز ہے جو خاص کر بچوں کی لیاقت کا خیال کرکے طیار کی گئی ہے۔

۳- اس ترجمہ و تفسیر کی اشاعت تجارتی نہیں بلکہ تبلیغی اصول پر کی گئی ہے یہی سبب ہے کہ اس کا ہدیہ ہر ترجمہ تفسیر سے بہت ہی کم ہے۔

ملنے کا پتہ

علاوہ دیگر کتب فروشوں کے

ابو محمد مصلح - دفتر عالمگیر تحریک قرآن حیدرآباد دکن

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس